ماہنامہ
خالد
احمدی نوجوانوں کیلئے
مدیر
اسفندیار منیب
جنوری 2002ء

آ آ کہ تری راہ میں ہم آنکھیں بچھائیں
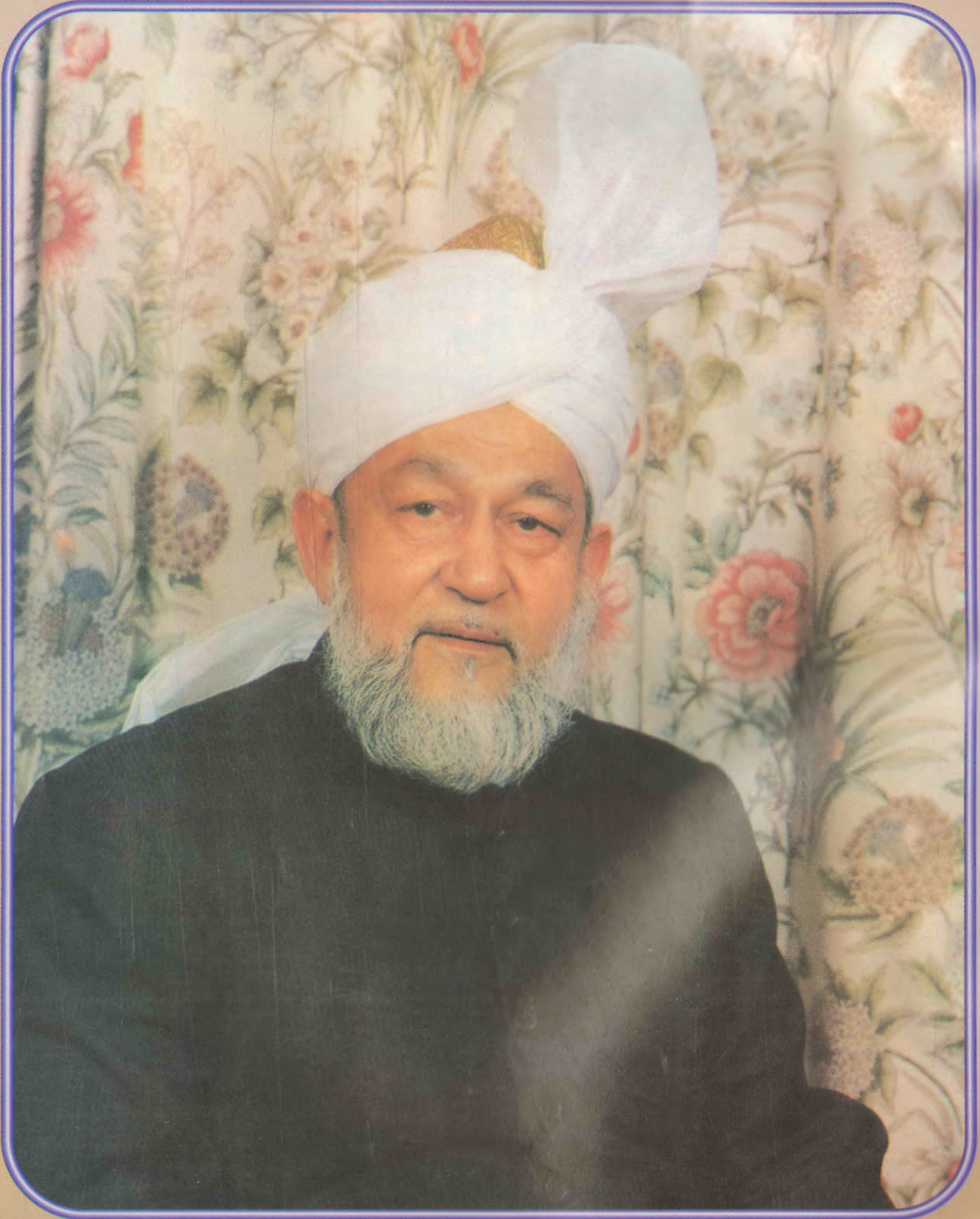
حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوٰئے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے ...... وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دُنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے''۔

(الوصیت صفحہ ۹)

جنوری 2002ء صلح 1381ھش

ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
			1	2	3	4
5	6	7	8	9	10	11
12	13	14	15	16	17	18
19	20	21	22	23	24	25
26	27	28	29	30	31	

نوجوانوں کے

ماہنامہ خالد

جلد نمبر 49 — شمارہ نمبر 1

جنوری 2002ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قیمت ۱۰ روپے ..... سالانہ ۱۰۰

مدیر
اسفندیار منیب

نائبین
منصور احمد نور الدین - فرید احمد ناصر
معاونین
احمد طاہر مرزا - میر انجم پرویز

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر
پیج لے آؤٹ: شیخ نصیر احمد
پبلشر: قمر احمد محمود
مینیجر: سلطان احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)
مقام اشاعت: ایوان محمود دار الصدر جنوبی

اداریہ

نیا سال مبارک ہو

2001ء کے اختتام اور 2002ء کے آغاز پر قارئین خالد کے لئے حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کی دعائیہ نظم پیش ہے۔ اللہ کرے کہ یہ دعائیں ہمارے حق میں قبول ہوں۔ آمین

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے
حاصل ہو تم کو دید کی لذّت خدا کرے

توحید کی ہو لب پہ شہادت خدا کرے
ایمان کی ہو دل میں حلاوت خدا کرے

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
سَرزد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے

حاکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے
حاصل ہو مصطفیٰؐ کی رفاقت خدا کرے

ٹل جائے جو بھی آئے مصیبت خدا کرے
پہنچے نہ تم کو کوئی اذیت خدا کرے

اُٹھتا رہے ترقی کی جانب قدم ہمیش
ٹوٹے کبھی تمہاری نہ ہمت خدا کرے

ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
ہر مُلک میں تمہاری حفاظت خدا کرے

بطحا کی وادیوں سے جو نِکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وُہ نورِ نبوت خدا کرے

قائم ہو پھر سے حکمِ محمدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

تم ہو خدا کے ساتھ خدا ہو تمہارے ساتھ
ہوں تم سے ایسے وقت میں رخصت خدا کرے

(کلام محمود)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

جس قلب کو بخشی ہے جلا عشقِ نبیؐ نے
حاصل اُسے دنیا میں ہیں تسکین کے خزینے

اُس ذکر سے روشن ہیں نگاہوں کے جزیرے
اُس نام سے آباد ہیں رُوحوں کے مدینے

جو اُن کے بتائے ہوئے رستے پہ نہیں ہیں
منجدھار میں ہیں آج تلک ان کے سفینے

آقاؐ! تیرے دروازے پہ آئے ہیں سوالی
اپنایا نہ اب تک جنہیں دنیا میں کسی نے

میں اُن کا ہوں دستک اُسی دروازے پہ دوں گا
اِک روز بلائیں گے مجھے بھی وہ مدینے

مَیں اُن کو بتاؤں گا کہ اے رحمتِ عالمؐ!
دنیاوی خدا اب مجھے دیتے نہیں جینے

کچھ بھی تو نہیں پاس تری نذر کو آقاؐ
پلکوں پہ لیے آیا ہوں اَشکوں کے نگینے

سرکارِ دو عالمؐ نے سکھائے مجھے ثاقبؔ
طوفانِ حوادث سے نکلنے کے قرینے

مکرم ثاقب زیروی صاحب

(مرسلہ: انتصار احمد ازکی۔ اسلام آباد)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حیات طیبہ کے چند پہلو

(مکرم شکیل احمد ناصر صاحب۔ ربوہ)

بزرگانِ ملت سے عقیدت

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔

''دہلی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما تھے تو ایک دن حضور علیہ السلام شاہ ولی اللہ صاحب کے مزار پر تشریف لے گئے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ اپنے زمانے کے مجدد تھے''۔ (شمائل احمد صفحہ ۳۹)

مومنانہ فراست

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو جود و سخا بھی تھا۔ اور یہ ایسا وسیع خلق تھا کہ عام سائل اور احباب تو کجا دشمن بھی آپ کی جود و سخا سے حصہ پاتے۔ لیکن اس کے باوجود آپ غیر محل پر خرچ کرنے سے کلی اجتناب کرتے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ پیش ہے جس سے نہ صرف غیر محل میں خرچ نہ کرنے کا خلق ظاہر ہوتا ہے بلکہ آپ کی مومنانہ فراست کی بھی ایک جھلک نظر آتی ہے۔

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں:۔

''آپ ۱۸۸۹ء میں لدھیانہ میں موجود تھے۔ ایک موقعہ پر آپ کے پاس ایک سائل آیا اور اس نے ذکر کیا کہ میرا ایک عزیز فوت ہو گیا ہے۔ میرے پاس کفن دفن کے لئے کچھ انتظام نہیں ہے اور اس نے کچھ سکے چاندی اور تانبے کے رکھے ہوئے تھے۔ یہ دکھانے کے لئے کہ اس قدر چندہ ہوا ہے۔ اور ابھی اور ضرورت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مکرم حضرت قاضی خواجہ علی صاحب کو فرمایا کہ ''قاضی صاحب! ان کے ساتھ جا کر کفن کا سامان کر دو''۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس قسم کی عادت نہ تھی بلکہ عام طور پر جو مناسب سمجھتے دے دیتے۔ اِس ارشاد پر خدام کو تعجب ہوا۔ وہ سائل قاضی صاحب کو لے کر رُخصت ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد قاضی صاحب ہنستے ہوئے آئے اور کہا کہ ''حضرت وہ تو بڑا دھوکہ باز تھا۔ راستہ میں جا کر اس نے میری منت و خوشامد شروع کی کہ خدا کے واسطے آپ نہ جاویں۔ جو کچھ دینا ہو دے دو میں نے کہا کہ مجھے تو خود جانے کا حکم ہے جو کچھ تمہارے پاس ہے یہ مجھے دو جو کچھ خرچ آئے گا میں کروں گا۔ آخر اس نے جب دیکھا کہ میں نہیں ٹلتا تو اس نے ہاتھ جوڑ کر ندامت کے ساتھ کہا کہ نہ کوئی مرا ہے نہ کفن دفن کی ضرورت ہے یہ میرا پیشہ ہے اب میری پردہ دری نہ کرو تم واپس جاؤ اور مجھے چھوڑ دو میں اب یہ کام نہیں کروں گا جب قاضی صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا تو طبعی طور پر اس کے سننے سے ہنسی بھی آئی مگر آپ کی فراستِ مومنانہ اور اخلاق کا بھی عجیب اثر ہوا۔ آپ نے حسن ظنی کر کے اس کو جواب تو نہ دیا مگر ایسا طریق

اختیار کیا کہ جس سے اس کی اصلاح ہوگئی اور غیر محل پر آپ کو خرچ کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑی''۔

(سیرۃ مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۲۹۷)

مسیحا کی نظروں کا فیض

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:۔

''بیعت اُولیٰ کے موقعہ پر جب میں لدھیانہ میں تھا تو ایک صوفی نے حضور سے دریافت کیا کہ آپ آنحضرت ﷺ کی زیارت بھی کرا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے مناسبت شرط ہے۔ اور میری طرف منہ کر کے فرمایا۔ یا جس پر خدا فضل کرے۔ مجھے اس رات خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی''۔ ((رفقاء) احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۳)

ایثار و قربانی

حضرت مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال روایت کرتے ہیں:۔

''جس کمرہ میں آپ کی رہائش تھی وہ چھوٹا سا تھا جس میں ایک چارپائی اور ایک تخت پوش تھا۔ چارپائی تو آپ نے مجھے دی ہوئی تھی اور خود تخت پوش پر سوتے تھے''۔ (الفضل جلد ۹ ۷ صفحہ ۳ ۲۷ بحوالہ شمائل احمد صفحہ ۷۷)

دیانتداری کا معیار

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

''حضور ایک مرتبہ لدھیانہ جا رہے تھے۔ ہم کرتارپور سے آپ کے ساتھ ریل میں سوار ہوئے۔ یعنی منشی اروڑا صاحب، محمد خاں صاحب اور خاکسار، حضور انٹر کے درجے میں تھے ہم اتفاق سے وہیں جا بیٹھے۔ مگر ہمارے پاس تیسرے درجہ کا ٹکٹ تھا۔ حضور نے پوچھا آپ کے پاس ٹکٹ کون سے درجے کے ہیں۔ ہم نے کہا کہ سوئم درجے کے ٹکٹ ہیں۔ آپ نے فرمایا انٹر کا کرایہ ادا کر دینا۔ جب اسٹیشن پر ہم نے زائد پیسے دیئے۔ تو اسٹیشن ماسٹر نے جو ہمارا واقف تھا لینے سے انکار کر دیا کہ معمولی بات ہے۔ منشی اروڑا صاحب نے کہا کہ یہ ہمارے مرشد کا حکم ہے اس پر بہت اثر ہوا اور وہ پیسے ادا کئے گئے۔ ((رفقاء) احمد صفحہ ۱۳۳)

دشمن سے حسن سلوک

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں:۔

''قادیان میں نہال سنگھ نامی ایک جٹ رہتا تھا۔ یہ سلسلہ کا بہت بڑا دشمن تھا۔ اور اس کی تحریک سے حضرت حکیم الامت اور بعض دوسرے احمدیوں پر ایک خطرناک فوجداری جھوٹا مقدمہ دائر ہوا تھا۔ اور وہ ہمیشہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر احمدیوں کو تنگ کیا کرتا تھا۔ اور گالیاں دیتے رہنا تو ایک معمول تھا۔ عین ان ایام میں جبکہ مقدمات دائر تھے۔ اس کے بھتیجے سنتا سنگھ کی بیوی کے لئے مشک کی ضرورت پڑی اور کسی دوسری جگہ سے یہی نہیں کہ ملتا نہ تھا بلکہ بہت قیمتی چیز تھی۔ وہ اس حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دروازہ پر گیا اور مشک کا سوال کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے پکارنے پر

فوراً ہی تشریف لے آئے اور اسے ذرا بھی انتظار میں نہ رکھا اس کا سوال سنتے ہی فوراً اندر تشریف لے گئے اور کہہ گئے ٹھہرو میں ابھی لاتا ہوں چنانچہ آپ نے کوئی نصف تولہ کے قریب مشک لاکر اس کے حوالہ کر دی"۔

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۳۰۶)

کھانے پینے میں سادگی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ کھانے پینے میں تکلفات سے بچتے۔ جس طرح کی روکھی سوکھی مل جاتی کھا لیتے گو آپ بعض اوقات مہمان احباب کے لئے اچھے کھانے بھی پکواتے اور خود بھی کھاتے مگر ایک دنیادار شخص کی طرح اچھا کھانے پینے کے دلدادہ نہ تھے۔ بلکہ آپ کا کھانا پینا "قوت لایموت" کا مصداق تھا۔ اس ضمن میں حضرت شیخ نوراحمد صاحب مالک ریاض ہند پریس نے ایام جنگ مقدس کا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"جنگ مقدس کی تقریب پر بہت سے مہمان جمع ہو گئے تھے۔ ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کھانا رکھنا یا پیش کرنا گھر میں بھول گیا۔ میں نے اپنی اہلیہ کو تاکید کی ہوئی تھی۔ مگر وہ کثرت کاروبار اور مشغولیت کی وجہ سے بھول گئی۔ یہاں تک کہ رات کا بہت بڑا حصہ گذر گیا۔ اور حضرت نے کھانا طلب فرمایا۔ تو سب کو فکر ہوئی۔ بازار بھی بند ہو چکا تھا اور کھانا نہ مل سکا۔ حضرت کے حضور صورت حال کا اظہار کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس قدر گھبراہٹ اور تکلف کی کیا ضرورت ہے دستر خوان میں دیکھ لو کچھ بچا ہوا ہوگا۔ وہی کافی ہے۔ دستر خوان کو دیکھا۔ تو اس میں روٹیوں کے چند ٹکڑے تھے آپ نے فرمایا۔ یہی کافی ہیں۔ اور ان میں سے ایک دو ٹکڑے لے کر کھا لیے اور بس"۔

(از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ ۳۲۳)

توکل علی اللہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے دینِ حق کی تائید کے لئے کھڑا کیا۔ اور خدا نے آپ کو اپنے فضل سے ہر مذہب و ملت کے مقابل پر غالب کیا اور ان کے تمام اعتراضات کے آپ کو جوابات سمجھائے اور آپ ہمیشہ دعا کو اپنا ہتھیار بناتے اور صرف خدا پر توکل کرتے۔ اِسی ضمن میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب "جنگِ مقدس" جو کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور عبداللہ آتھم کے درمیان ہونے والے مباحثہ کا نام ہے کے ایام کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

"آتھم نے ایک دفعہ ایسے سوالات کئے کہ ہمارے بعض احباب گھبرا گئے کہ ان کا جواب فوراً نہیں دیا جا سکتا۔ بعض احباب نے ایک کمیٹی کی اور قرآن شریف اور انجیل وغیرہ کے حوالوں سے چاہا کہ حضرت صاحب کو امداد دیں۔...... اتنے میں حضرت صاحب تشریف لے آئے۔ اور حضورؑ کچھ باتیں کر کے جانے لگے۔ تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ اگر کل کے جواب کے لئے کچھ مشورہ کر لیا جائے تو کچھ حرج تو نہیں؟ اس پر حضرت مسیح موعود مہدی معہود ہنستے ہوئے یہ فرما کر کہ "آپ کی دعا کافی ہے"۔ فوراً تشریف لے گئے"۔ ((رفقاء) احمد جلد ۴ صفحہ ۹۳)

☆☆☆

کیلنڈر 2002ء

طریقہ! جس مہینہ کی تاریخ کا دن معلوم کرنا ہو اس پر انگلی رکھ کر نیچے مہینہ کے برابر لے جائیں مثلاً جنوری 2002ء کی 10 تاریخ جمعرات کا دن ہے۔

	1	2	3	4	5	6	7
	8	9	10	11	12	13	14
	15	16	17	18	19	20	21
	22	23	24	25	26	27	28
	29	30	31				
جون	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
دسمبر، ستمبر	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ
اپریل، جولائی	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار
جنوری، اکتوبر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار
مئی	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل
اگست	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ
فروری، مارچ، نومبر	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات

انعام الرحمٰن۔ گوجرانوالہ

☆☆☆

قصیدۂ تہنیت بر موقعہ آغاز ایم ٹی اے

(چوہدری محمد علی)

یہ جو ہم اس قدر رہے ہیں ملول
اس کا انعام ہوگیا ہے وصول
سارے شکوے گلے ہوئے معزول
سارے رنج اور غم گئے ہیں بھول
آسماں سے سر منارۂ شرق[1]
"ابنِ مریم"[2] کا ہورہا ہے نزول
روز اترتا ہے مسکراتا ہوا
روز کھلتا ہے وہ گلاب کا پھول
روز چڑھتا ہے چاند چہرے کا
روز ہوتا ہے چاندنی کا نزول
روز للکارتا ہے باطل کو
سر نہر فرات "ابنِ بتول"[3]
اس کی للکار ، اس کا زور خطاب
ایک تیغ برہنہ و مسلول
روز اس کا علاج کرتا ہے
قوم کو یہ جو ہوگیا ہے ذہول
جھوٹ بھی ان کا بن رہا تھا سچ
میرا معقول بھی تھا نامعقول
اس کو غم ہے تو یہ: کہ کیوں میں نے
سچ کو سچ جان کر کیا ہے قبول
غسل صحت کیا ہے ٹی وی نے
اس میں شیطان کرگیا تھا حلول
فوج درفوج آرہے ہیں لوگ
ہر طرف کھل رہے ہیں پھول ہی پھول
چاند چہرے کو دیکھ لو اک بار
کیوں عبث دے رہے ہو بحث کو طول
آج روئے زمیں پہ زندوں میں
ایک ہی آسماں پہ ہے مقبول
جس صداقت کو دے رہا ہے اذاں
وہ تو آثار میں بھی ہے منقول
چاند سورج بتا چکے کب کے
کون محروم کون ہے مقبول
معترض کا بھی کیا گلہ کرنا
دین مذہب نہ جس کا کوئی اصول
بند کردے گا سارے دروازے
میرے بھولے عدو کی ہے یہ بھول
میری تضحیک مشغلہ اس کا
میری تکفیر روز کا معمول

(۱) شروع میں رشین سیٹلائیٹ سے نشریات کا آغاز ہوا تھا جو کہ مشرق میں ہے۔

(۲،۳) حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت مریم رحمہا اللہ ہے جو کہ سید خاندان سے تھیں۔

میں کہ ہوں ایک ذرّہٴ ناچیز
کتنا گمنام ۔ کس قدر مجہول

میری منزل ہے نقشِ پا تیرا
میرا مقصد تری رضا کا حصول

کاش مجھ کو یہ مرتبہ مل جائے
کاش ہو جاؤں تیرے پاؤں کی دھول

اپنا دیں ہے بس اس قدر پیارو
ایک اللہ اور ایک رسول

اٹھ رہا ہے جو افترا کا دھواں
اڑ رہی ہے جو اختلاف کی دھول

ایک اک کرکے کاٹنے ہونگے
بو رہے ہو جو نفرتوں کے بَبول

ہم جو خاموش ہیں سرِ مقتل
بزدلی پہ نہ اس کو کر محمول

کچھ تو واجب ہے پیار پہ بھی زکوٰۃ
کچھ تو لگتا ہے عشق پر محصول

گالیاں سن کہ دے رہے ہیں دعا
تم بھی مشغول ہم بھی ہیں مشغول

ہاتھ قاتل کا روک دے یا رب!
لفظ گھائل ہے اور صدا مقتول

مانگنے والے مانگ دیر نہ کر
منتظر ہے دعا کا بابِ قبول

حضرت عثمانؓ بن مظعون

(مکرم فرید احمد بھٹی صاحب۔ بشیر آباد۔ سندھ)

اواخر سنہ ۲ ھ میں ایک دن جب کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ لوگو آج ابوالسائب دنیا سے رخصت ہو گئے تو مدینہ منورہ کے اہل ایمان کو اس سانحہ کا بڑا صدمہ ہوا کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو نم نہ ہوگئی ہو۔ رحمت عالم ﷺ بھی اس خبر سے غمگین ہوئے۔ جنازہ تیار ہوا تو آنحضرت ﷺ حضرت ام العلاء انصاریہؓ کے گھر تشریف لائے جہاں ابوالسائب نے وفات پائی تھی اور پھر دیکھنے والوں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ رسالت مآب ﷺ نے تین مرتبہ جھک کر میت کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جس نے ابوالسائب کے رخساروں کو تر کر دیا پھر آپؐ نے فرمایا:۔

''ابوالسائب میں تم سے جدا ہوتا ہوں۔ تم دنیا سے اس طرح رخصت ہوئے کہ تمہارا دامن ذرہ برابر اس سے آلودہ نہ ہونے پایا''۔

یہ فرماتے ہوئے آپ کی آواز گلوگیر ہوگئی اور اس موقعہ پر موجود دوسرے لوگ بھی سسکیاں بھر رہے تھے اور اپنے بچھڑنے والے ساتھی کے لئے دل کی گہرائیوں سے مغفرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ کسی نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔

یارسول اللہ ہم ابوالسائب کو کہاں سپرد خاک کریں؟

اس وقت تک مدینہ میں مسلمانوں کا کوئی خاص قبرستان نہیں تھا۔ سرور عالمؐ تھوڑی دیر تک سوچتے رہے اور پھر فرمایا۔

''ان کی قبر بقیع میں کھود دو''۔

صحابہ تعمیل ارشاد کر چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے ساتھ بقیع تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھا کر تدفین کی نگرانی کے لئے لب گور کھڑے ہو گئے۔ تدفین ہو چکی تو آپؐ نے قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب کر کے فرمایا:۔

''آج سے بقیع کو مسلمانوں کا قبرستان بناتا ہوں۔ آئندہ جو مسلمان مدینہ میں سفر آخرت اختیار کرے گا وہ یہیں دفن کیا جائے''۔

یہ ''ابوالسائب'' جن کی موت نے سید المرسلین خیر البشر ﷺ سمیت سب اہل ایمان کو رلا دیا اور جنت البقیع کی خاک نے جن کو سب سے پہلے اپنی آغوش میں جگہ دی حضرت عثمان بن مظعونؓ تھے۔

نام و نسب

عثمان نام، ابوالسائب کنیت والد کا نام مظعون اور والدہ کا نام سخیلہ بنت العنبس تھا۔

قبل از اسلام

حضرت عثمان فطرۃً سلیم الطبع، نیک نفس و پاکباز تھے، ایام جاہلیت میں عرب کا تقریباً ہر بچہ مست خرابات تھا لیکن ان کی زبان اس وقت بھی شراب کے ذائقہ سے ناآشنا تھی اور فرمایا کرتے تھے۔

''شراب پینے سے آدمی کی مت ماری جاتی ہے،

اسے ماں بہن کی تمیز نہیں رہتی اور ہر کس و ناکس کے تمسخر کا نشانہ بننا پڑتا ہے پھر کوئی شریف آدمی ایسی ناپاک چیز کیوں استعمال کرے''۔

اسلام

اس فطری پاک بازی کے باعث ان کا لوح دل بالکل صاف تھا رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ و تلقین نے بہت جلد توحید کا نقش ثبت کردیا، سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ اس وقت تک صرف تیرہ صحابہ ایمان لائے تھے، ابن سعد کی ایک روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوعبیدہ بن الحارث، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضوان اللہ علیہم اجمعین، آنحضرت ﷺ کے ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین ہونے سے پہلے ایک ساتھ مشرف باسلام ہوئے۔

ہجرت حبشہ

۵ ھ میں حضور کا ایماء پاکر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہجرت پر آمادہ ہوئی۔ لیکن بیک وقت کثیر تعداد میں ہجرت ناممکن تھی چنانچہ سب سے پہلے گیارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل ایک مختصر قافلے نے ملک حبشہ کا عزم کیا اس قافلے میں حضرت عثمان بن مظعون کے علاوہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ حضرت زبیر بن العوام جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ مہاجرین کے اس اولین قافلے کے امیر حضرت عثمان بن مظعون مقرر ہوئے۔ ایک غلط افواہ کے نتیجہ میں کہ تمام مشرکین مکہ نے اسلام قبول کرلیا ہے یا یہ کہ آنحضرتؐ اور مشرکین کے درمیان مفاہمت ہوگئی ہے حضرت عثمان بن مظعون مکہ معظمہ کی طرف واپس تشریف لا رہے تھے کہ مکہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ اطلاع بے بنیاد تھی۔ آخر سوچ بچار کے بعد انہوں نے طے کیا کہ اپنے غیر مسلم اعزا و احباب یا قریش کے بعض سرداروں کی حمایت حاصل کر کے مکہ میں داخل ہو جائیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ بن مظعون کو بنی مخزوم کے رئیس ولید بن مغیرہ (حضرت خالد بن ولید کے باپ) نے پناہ دی اور وہ مکہ میں امن و سکون سے رہنے لگے۔ آخر اپنے ضمیر کی کشمکش کے نتیجہ میں کہ میرے آقا پر کفار ظلم کریں اور میں ایک مشرک کی پناہ میں آرام سے رہوں۔ وہ ایک دن سخت بے چین ہو کر ولید کے پاس آئے اور کہا:-

''اے ابا عبد شمس۔ تم نے اپنی حمایت کا حق ادا کردیا۔ اب میں تیری پناہ میں رہنا نہیں چاہتا میرے لئے محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کا نمونہ کافی ہے''

ولید نے کہا بیٹے بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے۔ کیا کسی نے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:-

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس میں صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں مجھے کسی اور کی پناہ درکار نہیں''۔

ولید نے کہا اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو پھر حرم میں جاکر سب کے سامنے میری پناہ سے نکلنے کا اعلان کرو کیونکہ میں نے بھی اسی طرح تمہیں پناہ میں لیا تھا۔

حضرت عثمان بن مظعون اس کے لئے فوراً تیار ہو گئے ولید ان کو حرم میں لے گیا اور مجمع عام کے سامنے ان کی خواہش بیان کی، حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر اس کی تصدیق کی اور فرمایا:-

''اے اہل مکہ میں نے ولید کو ایک باوفا اور شریف انسان پایا اس نے میری حمایت کا پورا پورا حق ادا کیا مگر

مجھے اللہ کی پناہ کے سوا کسی دوسرے کی پناہ میں رہنا پسند نہیں۔اس لئے میں نے ولید کی پناہ واپس کر دی''۔

ولید بن مغیرہ کی پناہ سے دستبردار ہونا ظلم وستم کے الاؤ میں کودنے کے مترادف تھا جو مشرکین مکہ نے خدائے واحد کے پرستاروں کے لئے دہکا رکھا تھا لیکن حضرت عثمانؓ بن مظعون اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے ساتھیوں کی اتباع کرتے ہوئے ہر قسم کی راحت و آسائش کو چھوڑ کر اس الاؤ میں کود پڑے۔

اسی زمانہ میں مشہور شاعر لبیدؓ بن ربیعہ کا مکہ میں ورود ہوا وہ ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے، مشرکین مکہ نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا وہ ان کی شعر و سخن کی محفلوں کو گرمانے لگے ایک دفعہ وہ قریش کی ایک مجلس میں اپنا قصیدہ سنا رہے تھے۔جب انہوں نے یہ مصرع پڑھا۔

الا کل شئ ما خلا اللہ باطل

خبردار رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے

تو حضرت عثمانؓ بن مظعون جو اس مجلس میں موجود تھے بے اختیار فرمایا۔تم نے سچ کہا لیکن جب اس نے دوسرا مصرع پڑھا۔

وکل نعیم لامحالۃ زائل

اور ہر نعمت لامحالہ زائل ہونے والی ہے

تو حضرت عثمان بولے''یہ غلط ہے جنت کی نعمتیں ابدی ہیں اور کبھی زائل نہ ہوں گی۔

لوگوں نے لبید کو دوبارہ شعر پڑھنے کا کہا اور حضرت عثمانؓ کو برا بھلا کہا جب لبید نے دوبارہ شعر پڑھا تو حضرت عثمانؓ نے یہی جواب دیا۔لبید نے کہا اے قریش پہلے تمہاری مجلسوں کی یہ کیفیت نہ تھی۔اس پر ایک بدکردار نے اتنی زور سے طمانچہ مارا کہ آپؓ کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ولید بن مغیرہ بھی اسی مجلس میں تھا کہنے لگا''بیٹے اگر تم میری پناہ میں رہتے تو کسی کی مجال نہ تھی کہ تم پر ہاتھ اٹھاتا۔حضرت عثمانؓ نے جواب دیا۔اے ابا عبد شمس! میری دوسری آنکھ بھی راہ خدا میں فنا ہونے کے لئے بیقرار ہے۔ولید نے کہا بہتر ہے کہ اب بھی میری پناہ میں آجاؤ۔آپؓ نے جواب دیا۔میرے لئے صرف اللہ عزوجل کی پناہ کافی ہے۔

رہبانیت کی طرف میلان طبع

رہبانیت کی طرف زیادہ میلان تھا ایک دفعہ انہوں نے چاہا کہ قوائے شہوانیہ کو ترک کر کے صحرانوردی اختیار کریں۔لیکن آنحضرتؐ نے باز رکھا اور فرمایا

''کیا میری ذات تمہارے لئے اسوہ حسنہ نہیں؟ میں اپنی بیویوں سے ملتا ہوں، گوشت کھاتا ہوں، روزے رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں بے شک میری امت کا قوائے شہوانیہ ترک کرنا روزے رکھنا ہے اس لئے جو قوائے شہوانیہ کو فنا کرے گا وہ میری اُمت میں سے نہیں''۔

عبادت

عبادت و شب بیداری حضرت عثمانؓ کا نہایت پرلطف مشغلہ تھا رات رات بھر نمازیں پڑھتے دن کو عموماً روزے رکھتے انہوں نے اپنے گھر میں ایک حجرہ عبادت کے لئے مخصوص کر رکھا تھا، جس میں دن رات معتکف رہتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ کو بلوایا، حاضر ہوئے تو فرمایا:-

''عثمان! خدا نے مجھے رہبانیت کے لئے مبعوث نہیں کیا ہے، سہل اور آسان دین حنیفی خدا کے نزدیک

تمام ادیان سے بہتر ہے"۔

شوق عبادت نے بیوی بچوں سے بالکل بے نیاز کر دیا تھا۔ ایک روز ان کی زوجہ محترمہ حرم نبوی میں آئیں، امہات المومنین نے ان کی حالت دیکھی تو پوچھا تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے تمہارا شوہر تو قریش کے سب سے زیادہ دولت مند لوگوں میں سے ہے وہ بولیں مجھ سے ان کو کیا سروکار۔ رات رات بھر نماز پڑھتے ہیں دن کو روزے رکھتے ہیں۔ امہات المومنین نے اس بات کا تذکرہ آنحضرت ﷺ سے کیا۔ آپ اسی وقت حضرت عثمان بن مظعون کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "اے عثمان بن مظعون کیا میری ذات تمہارے لئے نمونہ نہیں"۔ بولے "میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا بات ہوئی؟"۔

ارشاد ہوا۔ "تم رات بھر عبادت کرتے ہو، دن کو روزے رکھتے ہو۔ عرض کی ہاں۔ ایسا ہی کرتا ہوں۔

فرمایا۔ "ایسا نہ کرو، تم پر تمہاری آنکھوں کا، تمہارے جسم کا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی حق ہے، نمازیں پڑھو آرام بھی کرو، روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو۔

اس واقعہ کے بعد ان کی بیوی ایک دن پھر امہات المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو دلہن کی طرح معطر تھیں۔

حضرت عثمان بن مظعون کی طبیعت میں شرم وحیا کا عنصر بھی بدرجہ غایت پایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ خلوت میں بھی عریاں ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دن سرور عالم ﷺ کے سامنے اپنی طبیعت کے اس رجحان کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:۔

"عثمان اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیوی کو تمہارے لئے اور تمہیں اس کے لئے بے پردہ بنایا ہے"۔

جب وہ مجلس نبوی سے رخصت ہوئے تو حضور نے تعریفی لہجے میں فرمایا:۔

"عثمان بن مظعون کی حیا اور پردہ پوشی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے"۔

غزوہ بدر اور وفات

حق و باطل کی اوّل کشمکش یعنی معرکۂ بدر میں شریک تھے میدان جنگ سے واپس آ کر اسی سال بیمار ہوئے۔ انصاری بھائی اور ان کے بیوی بچوں نے بہت اچھی تیمارداری کی لیکن موت کا ازالہ ممکن نہ تھا۔ ۲ھ کے اخیر میں وفات پائی۔

اہل وعیال

حضرت عثمان بن مظعون نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خولہ بنت حکیم سے دو لڑکے عبدالرحمٰن اور سائب یادگار چھوڑے، حضرت سائب نے تاریخ میں بڑی شہرت پائی۔ آنحضرتؐ جب غزوہ بواط کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت سائب کو مدینہ میں اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔ جنگ یمامہ میں زخمی ہوئے اور اسی وجہ سے وفات پائی۔ وفات کے وقت عمر تیس سال سے اوپر تھی۔

حضرت عثمان کی زوجہ خولہ بنت حکیم تھیں وہ قبیلہ سلیم سے تھیں اور مسند احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق رشتہ میں آنحضرتؐ کی خالہ تھیں ان کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔

☆☆☆

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

(محترمہ عائشہ نور صاحبہ۔ پشاور)

غالبؔ کے ایک شعر کا یہ مصرعہ، علم معاشیات کو کوزے میں بند کر دینے کے مترادف ہے۔ معاشیات یعنی محدود ذرائع اور لامحدود خواہشات کی سائنس، زندگی کی ایسی تلخ حقیقت جس کا انکار ممکن ہی نہیں۔ پندرہویں صدی میں اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے یہ علم روشناس کروایا گیا۔ تب سے اب تک بیشتر اہل علم احباب کا یہی تجزیہ ہے کہ علم معاشیات ایک بے معنی اور بے ضرورت علم ہے۔ سائنس دانوں کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ یہ طبعی سائنس نہیں، حساب دان اس سے اس لئے ناخوش ہیں کہ یہ 2+2 کو 4 تک محدود نہیں کرتا۔ مذہبی سکالرز کے نزدیک یہ ایک ایسا علم ہے جو کہ انسان کو خدا سے دور کرتا ہے اور فلسفی کی سوچ اسے قبول کرنے کے لئے اس لئے تیار نہیں ہے کہ یہ علم انسان کو مادہ پرستی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہی حال تقریباً ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں کا ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے اس وقت دنیا میں جس مسئلے پر سب سے زیادہ بحث ہوتی ہے وہ معاشی مسئلہ ہی ہے۔ گھریلو مسائل سے لے کر ملکی مسائل تک بلکہ اس سے بھی آگے اگر نظر دوڑائیں تو بین الاقوامی مسائل کی جڑ بھی معاشی اور اقتصادی مسائل ہی ہیں۔

معاشیات ایک ایسا علم ہے جس سے ہر انسان فطری طور پر روشناس ہوتا ہے۔ اور غیر ارادی طور پر وہ ایسے کام سرانجام دیتا ہے کہ جن کا مقصد معاشی طور پر مستحکم ہونا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بہتر روزگار کی تلاش، بچت، سرمایہ کاری، ترقی یافتہ ممالک کی طرف ہجرت وغیرہ۔ یہ تمام کام انسانی زندگی کے ساتھ اس طرح وابستہ ہیں کہ ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اور ان میں سے ہر ایک کا مقصد معاشی استحکام کا حصول ہی ہے۔

کسی بھی ملک کی خوشحالی کا اندازہ بھی صرف اور صرف اسکی معاشی کارکردگی سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ زراعت، صنعت، تجارت، سرمایہ کاری، کاروبار یہ تمام سیکٹرز جو کہ معاشیات سے تعلق رکھتے ہیں، ملکی ترقی کی بنیادی کڑیاں ہیں۔ پاکستان ہی کی مثال لے لیجئے، اس وقت پاکستان جن مسائل سے دوچار ہے ان کی بنیادی وجہ، اوپر بیان کیے گئے تمام سیکٹرز کی بدحالی ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ حکومت نے پچھلے سال جو بجٹ پیش کیا اسے 3 years economic revival کا نام دیا تاکہ ملک کی اقتصادی صورت حال کو بہتر بنایا جا سکے۔ چنانچہ معاشی کارکردگی کو ہم کسی بھی ملک کی ترقی ماپنے کے لئے Yard Stick کا نام دے سکتے ہیں۔

ملکی خوشحالی کے بعد ہم ملکی طاقت کو زیر غور لاتے ہیں۔ کوئی بھی ملک طاقتور جبھی کہا جا سکتا ہے جب کہ وہ اقتصادی طور پر ترقی یافتہ ہو۔ ماضی بعید میں طاقت کا اندازہ فوجی قوت سے لگایا جاتا تھا، لیکن آج تصویر ذرا مختلف ہے، ایک ملک کی طاقت کا اندازہ اسکے پاس موجود ہتھیاروں، توپوں اور جنگی جہازوں سے نہیں بلکہ اسکی تجارت، اسکی کرنسی کی قیمت اور اسکی Per Capita Income سے لگایا جاتا ہے۔

کسی بھی ملک کی طاقت کا پیمانہ بھی معاشیات ہی ہے اور اس طاقت کو کمزور کرنے کا ہتھیار بھی معاشیات ہی ہے۔ مثال کے طور پر 1998 میں نیوکلیئر تجربے کے بعد پاکستان پر کوئی دفاعی پابندیاں عائد نہ کی گئیں بلکہ Economic

Sanctions لاگو کی گئیں جن کا مقصد باقی دنیا کے ساتھ تجارت پر پابندی تھا۔ یہ پابندیاں پاکستان جیسے کمزور ملک کے لئے اور کمزوری کا باعث ہوئیں۔ اور حالیہ واقعات کے بعد پاکستان سے افغانستان کے معاملے میں ہر ممکن مدد جن شرائط پر حاصل کی گئی ہے ان میں معاشی استحکام بھی شامل ہے۔ چنانچہ اس کی بدولت 1998 میں لاگو کی جانے والی اقتصادی پابندیاں (Economics Sanctions) ختم کی گئی ہیں اور قرضے Re-Schedule کئے جا رہے ہیں۔

اسی طرح چائنا کی ترقی کو روکنے کے لئے بھی Economic Parameters ہی کی مدد لی گئی۔ جیسے Child Labor کا الزام لگا کر WTO یعنی World Trade Organization میں شامل ہونے سے روکا گیا۔

Asian Tigers کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا کے یہ ممالک معاشی ترقی کے بل بوتے پر Asian Tigers ثابت ہوئے۔ لیکن 1996 میں معاشی عدم استحکام کے باعث ہی Tamed Tigers کہلائے۔ امریکہ میں حالیہ دہشت گردی کے واقعات میں جو سب سے بڑی تباہی کی گئی وہ World Trade Center میں کی گئی۔ یہ ادارہ چونکہ پوری دنیا میں تجارت کا ایک Symbol ہے، اس کی وجہ سے ملک کو جانی نقصان کے ساتھ ساتھ بہت بڑا معاشی نقصان بھی برداشت کرنا پڑا اور جس کا اثر نہ صرف امریکہ بلکہ دنیا کے اکثر ممالک پر بھی پڑا۔

پس معاشیات زندگی کا ایک ایسا پہلو ہے کہ جس کو نظر انداز کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اور یہ وقت کی ضرورت ہے کہ ہر انسان اور ہر معاشرہ اور ہر ملک معاشی طور پر مضبوط ہوتا کہ ترقی کی دوڑ میں وہ کسی سے پیچھے نہ رہ جائے۔

☆☆☆

جو لمحہ چلے وہ امر ہوئے گا

اگر وہ مرا ناخدا ہوئے گا
عدو سے نہ کوئی گلہ ہوئے گا

جو زخم اُس کے ہاتھوں لگا ہوئے گا
یہ قرض ہولے ہولے ادا ہوئے گا

قافلہ راستے سے گذر بھی گیا
وہ ابھی سنگ اُٹھائے کھڑا ہوئے گا

جو مرے ساتھ ہنستا رہا رات بھر
یقیناً کوئی دل جلا ہوئے گا

خبر اس کی چھاپی ہے اخبار نے
جو میں نے سنائی خفا ہوئے گا

شناسائی شیخ حرم سے نہ تھی
کبھی میکدے میں ملا ہوئے گا

مجھے ناز ہے بندگی پہ مری
اُسے یہ گماں وہ خدا ہوئے گا

جو لمحہ چلے وہ امر ہوئے گا
رکے گا تو خود سے جدا ہوئے گا

(ڈاکٹر حافظ فضل الرحمٰن بشیر صاحب آف تنزانیہ)

● ● ● ●

تاریخ احمدیت کے ماہ جنوری میں ہونے والے بعض اہم واقعات

(مرتبہ: ڈاکٹر نصیر احمد شریف۔ کلر کہار)

یکم جنوری 1896ء حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اشتہار کے ذریعہ حکومت کو جمعہ کی تعطیل کی تحریک فرمائی۔

2 جنوری 1976ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے وقف جدید کے لئے معلمین کی تحریک فرمائی جو تین ماہ مرکز میں رہ کر دینی تعلیم حاصل کریں اور پھر واپس جا کر کام کریں۔

3 جنوری 1898ء مدرسہ تعلیم الاسلام کا افتتاح ہوا پہلے ہیڈ ماسٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب تھے طلبہ کی تعداد ۱۴۵ تھی۔

3 جنوری 1930ء مشہور مسلم لیگی لیڈر شوکت علی قادیان آئے۔

4 جنوری 1903ء کرم دین جہلمی کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ پر پہلا مقدمہ اور حضور کا سفر جہلم، امرتسر اور لاہور۔

5 جنوری 1900ء مرزا امام الدین نے بیت المبارک کو مہمان خانہ سے ملانے والی شارع عام کو اینٹوں سے دیوار کھینچ کر بند کر دیا۔ جو کہ مقدمہ دیوار کے نام سے معروف ہے۔

6,5 جنوری 1944ء کی درمیانی شب اللہ تعالیٰ نے رویاٗ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ آپ سے راضی ہو) پر "مصلح موعود" ہونے کا انکشاف فرمایا۔

9 جنوری 1937: مولوی عبدالغفور صاحب دعوت الی اللہ کیلئے جاپان روانہ ہوئے۔

7 جنوری 1888ء حضرت مولوی نورالدین صاحب کی بیماری کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ نے جموں کا سفر اختیار فرمایا۔

10 تا 12 جنوری 1968ء گذشتہ سال کا موخر جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

11,10 جنوری کی درمیانی شب نانبائیوں نے ہڑتال کر دی۔ جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ہر احمدی سے ایک روٹی کھانے کی اپیل کی۔

12 جنوری 1889ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ولادت باسعادت ہوئی۔

13 جنوری 1941ء سلطان زنجبار کو احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا۔

14 جنوری 1929ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے گورنر پنجاب سے لاہور میں ملاقات کی۔

15 جنوری 1901ء حضرت مسیح موعودؑ نے ''ریویو آف ریلیجنز'' کے اجراء کا اعلان فرمایا۔

16 جنوری 1979ء ایران میں شہنشاہیت کے خاتمہ سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی یہ پیشگوئی پھر پوری ہوئی ''تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد''۔

17 جنوری 1930ء حضرت مصلح موعود نے ''ندائے ایمان'' کے نام سے اشتہارات کا مفید سلسلہ شروع فرمایا۔

18 جنوری 1970ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ''خلافت لائبریری'' کا سنگ بنیاد رکھا۔

19 جنوری 1903ء مقدمہ کرم دین جہلمی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بری قرار دیا گیا۔

20 جنوری 1949ء جرمن مشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔

21 جنوری 1909ء حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے یتامیٰ، مساکین اور طلباء کی امداد کے لئے تحریک فرمائی۔

22 جنوری 1903ء حضرت مسیح موعودؑ کو رؤیا کے ذریعہ سے روس کا عصا ملنے کی خبر دی گئی۔

22 جنوری 1886ء حضرت مسیح موعودؑ چلہ کشی کے لئے ہوشیار پور تشریف لے گئے۔

25 جنوری 1929ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے انقلاب افغانستان پر تبصرہ کیا اور مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی۔

26 جنوری 1973ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ربوہ کو سرسبز و شاداب بنانے کے لئے شجر کاری کی تحریک فرمائی اور دس ہزار پودے لگانے کی سکیم کا اعلان فرمایا۔

27 جنوری 1954ء حضرت مصلح موعود کی طرف سے جماعت کے ایک وفد نے گورنر جنرل پاکستان غلام محمد صاحب کو ''ولندیزی'' ترجمہ قرآن کا تحفہ پیش کیا۔

28 جنوری 1944ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پہلی مرتبہ مصلح موعود کے بارہ میں پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعویٰ فرمایا۔

29 جنوری 1926ء: قادیان میں پہلی بار ایک جلسہ میں 24 زبانوں میں تقریریں کی گئیں۔

30 جنوری 1950ء بیرون پاکستان جماعت کا پہلا کالج غانا میں جاری کیا گیا۔

31 جنوری 1988ء فضل عمر ہسپتال ربوہ کی توسیع کے پہلے مرحلہ کا آغاز ''نواب محمد دین بلاک'' کا سنگ بنیاد صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب (مرحوم) ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے رکھا۔

(ماخوذ از تاریخی معلومات و تاریخ احمدیت بطرز سوال و جواب)

★★★★★★★★★★★

قسط نمبر ۲

قدیم انگریزی پر غیر زبانوں کا اثر

(مکرم شاہد محمود صاحب۔ راولپنڈی)

عیسائیت جب 597 عیسوی میں انگلینڈ میں متعارف ہوئی تو اگلے 200 سالوں میں یہ پورے انگلینڈ کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔ جگہ جگہ چرچ اور موناسٹریز قائم ہوچکی تھیں۔ یہاں کے باشندوں نے عیسائیت کو دل سے قبول کیا اور چرچ اور موناسٹریز کو بہت نوازا۔ نتیجتاً یہ مذہبی ادارے بہت مالدار ہوگئے۔ شاید یہی ایک وجہ تھی کہ Scandinavians جو کہ Anglo Sanons سے زبانی اور خونی لحاظ سے قربت کا تعلق رکھتے تھے اپنے معاشی اور سیاسی حالات کی وجہ سے ان مالدار مذہبی اداروں پر دھاوا بولنے پر مجبور ہوگئے۔ ان بہادر سمندری قزاقوں کو Vikings بھی کہا جاتا ہے۔ جو کہ سمندر کے راستہ آئے اور وقفہ وقفہ سے انگلینڈ پر حملہ کرتے رہے۔ شروع شروع میں تو ڈاکوؤں اور لٹیروں کی صورت میں آئے لیکن بعد میں فوج کی سرپرستی میں انگلینڈ کو لوٹا۔ آٹھویں صدی کے وسط سے گیارہویں صدی کے شروع تک کے وقت کو Viking Age کہا جاتا ہے۔ Scandinavians کے انگلینڈ پر حملے پھر ان کا یہاں قیام پذیر ہونا اور بالآخر مکمل فتح English زبان پر Scandinavian زبان کے اثر کی واضح وجہ نظر آتی ہے۔

Anglo Sanor تاریخ کے مطابق Scandinavian کے انگلینڈ پر حملے 787 سے 878 عیسوی تک رہے۔ اس دوران انہوں نے Landis foune اور Jarrow جیسی بڑی موناسٹریز کو بھی لوٹا۔

King Alfred جس کا شمار انگلینڈ کے بہادر بادشاہوں میں ہوتا ہے اسی دور کی پیداوار ہے۔ اس نے Danes کے حملوں کو روکا جس کو روکنا ابھی تک کسی کے بس کی بات نہ تھی لیکن Alfred نے Werrex کو بچا لیا اور Alfred کے علاقہ کو چھوڑ دیا مگر England کو نہ چھوڑا۔

کیونکہ وہ London اور Cantuhmy پر پہلے ہی قابض ہوچکے تھے۔ Alfred اور Danish بادشاہ Guthrum نے ایک امن معاہدہ پر دستخط کئے اور امن سے رہنے لگے۔ اسی دوران Guthaum عیسائی ہوگیا اور باقی Danes بھی عیسائی ہونے لگے۔ دونوں قوموں کا مذہب اب چونکہ ایک ہوگیا تھا۔ اس لئے انہیں ایک دوسرے کو قبول کرنے اور ایک دوسرے سے تعلقات بڑھانے میں کوئی خاص دقت نہ آئی۔ 878ء تا 1017ء Danish اور English لوگوں کے درمیان دوبارہ لڑائیاں ہوتی رہیں بالآخر Danish غالب آئے اور 1017ء سے 1025ء تک England، Danish بادشاہ کے تسلط میں رہا۔ اگرچہ Danes کی England آمد کی ابتداء لوٹ مار سے ہوئی لیکن اب ان میں سے اکثر یہاں امن سے رہنے لگے اور کچھ واپس چلے

گئے۔ یہاں رہنے والوں نے English زبان پر اس قدر اثر چھوڑا کہ England میں 1400 سے زائد جگہوں کے نام دراصل Scandinavian نام ہیں۔

انگلینڈ کے جن علاقوں میں Danish یا Norse آباد ہوئے وہاں انہوں نے اپنی زبان کو قائم رکھا اور جن علاقوں میں زیادہ English تھے وہاں English ہی بولی جاتی تھی لیکن پھر بھی لوگوں کی ایک معقول تعداد دونوں زبانیں جاننے والی تھی۔ اس کی ایک وجہ تو ان دونوں قوموں کی آپس میں شادیاں تھیں جس سے ان کے آپس کے تعلقات بڑھے اور لوگ ایک دوسرے کی زبان جاننے لگے ایک دوسری وجہ بہت سے لوگوں کا دونوں زبانیں جاننے کی یہ بھی تھی کہ یہ دونوں زبانیں ایک دوسرے سے کافی حد تک ملتی جلتی تھیں اس لئے ان دونوں لوگوں کا ایک دوسرے کی زبان کو سمجھنا آسان تھا۔

انگلش نے بہت سے الفاظ Scandinavian سے لئے اور انہیں اسی طرح ادا کیا جس طرح کہ وہ Scandinavian میں بولے جاتے تھے۔ اولڈ انگلش میں 'SK' کی آواز 'SH' میں بدل گئی جو آج اسی لفظ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ مثلاً Fish، Shall، Ship اور جو Scandinavian الفاظ انگلش نے مستعار لئے انہیں اسی طرح ادا کیا جس طرح وہ Scandinavian میں تھے۔ مثلاً Bask، Skill، Sky، Skim، Whisk بعض دفعہ ایک ہی لفظ دونوں زبانوں میں مشابہ ہو کر لیکن مختلف معانی کے ساتھ پایا جاتا تھا۔ لیکن آج اس کا وہ معانی زیادہ مستعمل ہے جو Scandinavian میں پایا جاتا تھا۔ لفظ Bloom (Flower)، اولڈ انگلش میں Bloma اور Scandinavian میں Blom تھا۔ Bloma کا مطلب لوہے کا ٹکڑا اور Blom کا مطلب پھول تھا۔ آج زیادہ مستعمل Scandinavian معنی ہے۔ اسی طرح لفظ Gift کا اولڈ انگلش مطلب Price of a wife یا marriage تھا جبکہ Scandinavian مطلب Gift, Present تھا۔ ماڈرن انگلش میں gift کا وہ مطلب مستعمل ہے جو Scandinavian مطلب تھا۔

انگلینڈ میں ایک بڑی تعداد جگہوں کی Scandinavian نام اپنائے ہوئے ہے جیسے Rugby، Derby، Whitlby، Grimsby اور Thoresby۔ جن کا آخری حرف by ہے، سب ان جگہوں کے نام ہیں جہاں Danish آباد تھے۔ by ایک Danish لفظ ہے جس کا مطلب Form یا Town ہے۔

اسی طرح نام جیسے Althorp، Bishopsthorpe، Grawthorpe اور Limthorpe میں Scandinavian لفظ Thorp ہے۔ جس کا مطلب Village ہے۔ قریباً ایک سو کے لگ بھگ جگہوں کے نام میں Toft ہے۔ جس کا مطلب a peice of ground ہے جیسے Brimtoft، Eastoft، Langtoft، Lowestoft اور Nortoft۔ جس حد تک ان جگہوں کے ناموں پر حملہ آور زبان کا اثر ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ باقی زبان میں بھی Norse اور Danish نے English پر کس قدر اثر چھوڑا ہوگا۔ دونوں قوموں کی آپس میں دشمنی کی وجہ سے Scandinavian الفاظ ایک دم انگریزی میں داخل نہیں ہوئے بلکہ آہستہ آہستہ جوں جوں دونوں قوموں

کے آپس کے تعلقات بڑھے انگلش میں سیکنڈے نیوین کا ایک ذخیرہ بھی بڑھتا گیا۔ شروع میں لوٹ مار اور جنگ کے الفاظ زیادہ تھے جو English نے ان سے اپنائے بعد میں روزمرہ زندگی میں عام استعمال کے الفاظ جو English زبان کا حصہ بنے ان میں سے چند ایک مثال کے طور پر یہ ہیں۔

bank, binth, booth, crook, dirt, dregs, egg, fellow, gait, guess, kid, leg, link, race, reet, root, scales, seat, sister, skirt, thrisft, trust, window, flat, ill, meek ,odd, scant, sly, tight, weak, bask, call, cast, crave, die, flit, get, give,rag, haise, scort, sprint, take, thrust وغیرہ

وہ Scandenavian الفاظ جو آج بھی Standard English کا حصہ ہیں ایک محتاط اندازہ کے مطابق 900 کے لگ بھگ ہیں۔ وہ زمانہ جس میں Scandinavian ذخیرہ الفاظ English کا حصہ بنے اور پھر عام استعمال ہونے لگے اور بعد میں English Literature میں بھی استعمال ہونے لگے 10th اور 11th صدی کا عرصہ بنتا ہے۔ (باقی آئندہ)

☆☆☆

حضرت منشی محمد اروڑا خان صاحب کپورتھلوی

(ظہور احمد مقبول۔ ربوہ)

ابتدائی حالات

آپ غالباً ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں محلہ قصاباں کپورتھلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام جیون تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم عام طریق پر ہوئی۔ آپ ابھی کم عمر ہی تھے کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور کنبہ کی کفایت کا بوجھ آپ کے کندھوں پر آ پڑا۔

ملازمت

چنانچہ اس ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے آپ کو تلاش معاش کی فکر ہوئی اور کچہری میں آپ کو چپڑاسی کی ملازمت مل گئی۔ یہ محض خدا کا فضل اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ آپ ترقی کرتے کرتے تحصیلداری تک جا پہنچے۔

خان صاحب کا خطاب

ریاست کی طرف سے آپ کو آپ کی خدمات کے صلہ میں خان صاحب کا خطاب ملا۔ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو خدا نے اس کی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عام طور پر محبت سے اسی طرح یاد کیا کرتے تھے) باتوں کو کیسا سچا ثابت کیا ہے۔ اس نے میرے متعلق لکھا کہ سچائی کے کاموں میں یہ شخص بہادر ہے۔ اب بہادر پٹھان ہوتے ہیں میں ذات کا چھینہ (دھوبی) اُس کی بات کو سچا کرنے کے لئے خدا نے مجھے خان صاحب کا خطاب دلایا۔

(تاریخ احمدیت جلد ۱ صفحہ ۳۴۵)

قبول احمدیت

حاجی ولی اللہ صاحب کے ذریعہ آپ کو براہین احمدیہ دستیاب ہوئی۔ جس کے مطالعہ سے آپ کے دل میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی محبت جاگزیں ہوگئی۔ اور آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے بے چین ہو گئے۔ چنانچہ سب سے پہلے ۱۸۸۴ء میں بمقام بٹالہ آپ کو حضرت اقدس علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے کئی بار حضرت اقدس علیہ السلام سے بیعت لینے کی درخواست کی مگر آپؑ انکار فرماتے رہے حتی کہ خدا تعالیٰ کا اس بارہ میں صریح حکم آ گیا۔ چنانچہ پہلی بیعت کے موقعہ پر جو بمقام لدھیانہ ہوئی آپ پہلے دن بیعت کرنے والوں میں سے تھے آپ اس وقت نقشہ نویس کے عہدہ پر فائز تھے۔

ہجرت

۱۹۱۴ء میں تحصیلداری کے عہدہ سے ریٹائر ہونے کے بعد غالباً ۱۹۱۵ء میں آپ ہمیشہ کے لئے قادیان میں مقیم ہو گئے۔ وہاں دفتر بدر والی کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔

وفات

آپ ۲۵/اکتوبر ۱۹۱۹ء کو بعارضہ فالج انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پڑھائی اور آپ کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ

(رفقاء) میں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت منشی صاحب کے اوصاف

حضرت منشی اروڑا صاحب مرحوم عدالت میں نقشہ نویس تھے۔ پھر ترقی پا کر تحصیل بھونگہ میں نائب تحصیلدار ہو گئے۔ فقیرانہ زندگی تھی۔ اور لوگ انہیں باپ کی بجائے سمجھتے تھے۔ مسٹر ایل فرینچ کپورتھلہ کے وزیراعظم تھے۔ جو بعد میں پنجاب گورنمنٹ کے چیف سیکرٹری ہو کر سبکدوش ہوئے۔ وزیراعظم موصوف نہایت دبدبہ اور رعب والے حاکم تھے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ ان کی تادیب سے لرزاں و ترساں تھا۔ لیکن منشی اروڑا صاحب کی وہ بہت تعظیم کرتے تھے۔ کہ افسر ایسا ہونا چاہئیے جو اپنی سادگی اور دیانت کی وجہ سے رعایا کے دل میں گھر کر جائے۔ وزیراعظم موصوف ایک دفعہ دورہ پر گئے۔ اور لوگوں سے پوچھا کہ تمہارا تحصیلدار کیسا ہے سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ وہ تو ہمارے لئے باپ کے بجائے ہے اور ہمارا سچا ہمدرد ہے۔ وزیراعظم نے منشی صاحب کا گھر جا کر دیکھا تو چند دھوبڑوں کے سوا وہاں کچھ نہ تھا بہت متاثر ہوئے۔ منشی اروڑا صاحب کا معمول تھا کہ اپنی قوت لایموت کے لئے کچھ روپے اپنی تنخواہ میں سے رکھ کر باقی سلسلہ کے کاموں دے دیتے تھے یا حضرت اماں جان کی نذر کر دیتے تھے۔ پنشن پانے کے بعد منشی صاحب مرحوم قادیان جا رہے اور صحیح معنوں میں وہاں دھونی رما کر بیٹھ رہے۔ اپنا سالن آپ پکاتے اور روٹی لنگر سے خرید لیتے اور بیت مبارک کی پہلی صف کے جنوبی گوشے میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز پڑھا کرتے تھے پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرتے اور اس بات کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ کہ کوئی شخص اس جگہ کو روک لے۔ یہ عشق و محبت تھا جو اس جگہ سے انہیں تازیست رہا۔ ایک دن منشی اروڑا صاحب بہشتی مقبرہ کی طرف جا رہے تھے فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے میری سب مرادیں پوری کر دیں بس ایک آرزو باقی ہے اور بہشتی مقبرہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ یہ جسد خاکی یہاں دفن ہونا باقی ہے۔ (رفقاء احمد جلد ۴ صفحہ ۹،۸)

حضرت مصلح موعود بیان فرماتے ہیں:-

"ایک دوست نے بتایا کہ منشی اروڑے خان صاحب تو ایسے آدمی ہیں کہ یہ مجسٹریٹ کو بھی ڈرا دیتے ہیں۔ پھر اس نے سنایا کہ ایک دفعہ انہوں نے مجسٹریٹ سے کہا میں قادیان جانا چاہتا ہوں مجھے چھٹی دے دیں اس نے انکار کر دیا۔ اس وقت وہ سیشن جج کے دفتر میں لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا قادیان میں نے ضرور جانا ہے۔ مجھے آپ چھٹی دے دیں۔ وہ کہنے لگا کام بہت ہے اس وقت آپ کو چھٹی نہیں دی جا سکتی۔ وہ کہنے لگے بہت اچھا آپ کا کام ہوتا رہے۔ میں تو آج سے ہی بددعا میں لگ جاتا ہوں۔ آپ اگر نہیں جانے دیتے تو نہ جانے دیں۔ آخر اس مجسٹریٹ کو کوئی ایسا نقصان پہنچا کہ وہ سخت ڈر گیا۔ اور جب بھی ہفتہ کا دن آتا وہ عدالت والوں سے کہتا کہ آج کام ذرا جلدی بند کر دینا۔ کیونکہ منشی اروڑے خان صاحب کی گاڑی کا وقت نکل جائے گا۔ اس طرح وہ آپ ہی جب بھی منشی صاحب کا ارادہ قادیان آنے کا ہوتا انہیں چھٹی دے دیتا۔ اور وہ قادیان پہنچ جاتے"۔ (رفقاء احمد جلد ۴ صفحہ ۶۳)

حضرت مصلح موعود بیان فرماتے ہیں:-

"میں نے کامل ایمان کے کئی نمونے دیکھے اور سنے لیکن ایک بات نے تو مجھ پر وہ اثر کیا کہ میری روح کو

قول بلی یاد آ گیا اور اگر چہ اس کا لکھنا شائد عام لوگوں کے لئے مفید ثابت نہ ہو۔ لیکن بعض باندا ق لوگوں کے لئے جن کو خاص ذوقی بات عام دلائل سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے۔ شائد مفید ثابت ہو۔ منشی محمد اروڑا صاحب جو حضرت صاحب کے نہایت پرانے مریدین میں سے ہیں اور حضرت اقدس سے خاص محبت جو شائد دوسری جگہ بہت کم ملے رکھتے ہیں۔ انہوں نے سنایا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس نے مجھ سے پوچھا کہ سب لوگ دعا کے لئے کہتے ہیں اور آپ بالکل نہیں کہتے اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ میں آپ خدا تعالیٰ سے مانگ لیتا ہوں اور اس وقت آپ (یعنی مسیح موعود علیہ السلام) پر اس کے احسانات اور کرم ہیں ان کو زیر نظر رکھ لیتا ہوں۔ اور وہ کام خود بخود ہو جاتا ہے۔ مجھے اس سے ایک تو ان کے ایمان پر خیال آیا کہ کیا ایمان ہے اور خدا تعالیٰ کے رحموں پر کس قدر بھروسہ ہے اور دوسرے حضرت اقدس کی سچائی پر کیسا ایمان ہے''۔ (رفقاء احمد جلد ۴ صفحہ ۶۵)

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت مصلح موعود بیان فرماتے ہیں:-

''مجھے وہ نظارہ نہیں بھولتا اور نہیں بھول سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک دن باہر سے مجھے کسی نے آواز دے کر بلوایا اور خادمہ یا کسی بچے نے بتایا کہ دروازہ پر ایک آدمی کھڑا ہے اور وہ آپ کو بلا رہا ہے۔ میں باہر نکلا تو منشی اروڑے خان صاحب مرحوم کھڑے تھے۔ وہ بڑے تپاک سے آگے بڑھے مجھ سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد انہوں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے اپنی جیب سے دو یا تین پونڈ نکالے اور مجھے کہا کہ یہ اماں جان کو دے دیں۔ اور یہ کہتے ہی ان پر ایسی رقت طاری ہوگئی اور وہ چیخیں مار کر رونے لگ گئے۔ اور ان کے رونے کی طاقت اس قسم کی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بکرے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ میں کچھ حیران سا ہو گیا کہ یہ کیوں رو رہے ہیں۔ مگر میں خاموش کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ وہ خاموش ہوں تو ان کے رونے کی وجہ دریافت کروں۔ اسی طرح وہ کئی منٹ تک روتے رہے۔ منشی اروڑے خان صاحب مرحوم نے بہت ہی معمولی ملازمت سے ترقی کی تھی۔ پہلے کچہری میں وہ چپڑاسی کا کام کرتے تھے پھر اہلمد کا عہدہ آپ کو مل گیا۔ اس کے بعد نقشہ نویس ہوگئے۔ پھر اور ترقی کی تو سرشتہ دار ہو گئے اس کے بعد ترقی پا کر نائب تحصیلدار ہو گئے اور پھر تحصیلدار بن کر ریٹائر ہوئے۔ ابتداء میں ان کی تنخواہ دس پندرہ روپے سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ جب ان کو ذرا صبر آیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ روئے کیوں ہیں۔ وہ کہنے لگے میں غریب آدمی تھا۔ مگر جب بھی مجھے چھٹی ملتی قادیان آنے کے لئے چل پڑتا تھا۔ سفر کا بہت سا حصہ پیدل ہی طے کرتا تھا تا کہ سلسلہ کی خدمت کے لئے کچھ پیسے بچ جائیں مگر پھر بھی روپیہ ڈیڑھ روپیہ خرچ ہو جاتا۔

یہاں آ کر جب میں امراء کو دیکھتا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے بڑا روپیہ خرچ کر رہے ہیں تو میرے دل میں خیال آتا کہ کاش میرے پاس بھی روپیہ ہو۔ اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بجائے چاندی کا تحفہ لانے کے سونے کا تحفہ پیش کروں۔ آخر میری تنخواہ کچھ زیادہ ہوگئی۔ (اس وقت ان کی تنخواہ شائد بیس پچیس روپیہ تک پہنچ گئی تھی) اور میں نے ہر مہینے کچھ رقم جمع کرنی شروع کردی۔ اور میں نے اپنے دل میں یہ نیت کی کہ جب یہ رقم اس مقدار تک پہنچ جائے گی جو میں چاہتا ہوں تو میں اسے پونڈ کی صورت میں تبدیل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پھر کہنے لگے جب میرے پاس ایک پونڈ کے برابر رقم جمع ہوگئی تو وہ رقم دے کر میں نے ایک پونڈ لے لیا۔ پھر دوسرے پونڈ کے لئے رقم جمع کرنی شروع کردی۔ اور جب کچھ عرصہ کے بعد اس کے لئے رقم جمع ہوگئی تو دوسرا پونڈ لے لیا۔ اسی طرح میں آہستہ آہستہ کچھ رقم جمع کر کے انہیں پونڈوں کی صورت میں تبدیل کرتا رہا اور میرا منشا یہ تھا کہ میں یہ پونڈ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کروں گا مگر جب دل کی آرزو پوری ہوگئی اور پونڈ میرے پاس جمع ہو گئے تو۔ یہاں تک وہ پہنچے تھے کہ پھر ان پر رقت کی حالت طاری ہوگئی۔ اور وہ رونے لگ گئے۔ آخر روتے روتے انہوں نے اس فقرے کو اس طرح پورا کیا۔ کہ جب پونڈ میرے پاس جمع ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔

یہ اخلاص کا کیسا شاندار نمونہ ہے کہ ایک شخص چندے بھی دیتا ہے قربانیاں بھی کرتا ہے۔ مہینہ میں ایک دفعہ نہیں۔ دو دفعہ جمعہ پڑھنے کے لئے قادیان پہنچ جاتا ہے۔ سلسلہ کے اخبار اور کتابیں بھی خریدتا ہے۔ ایک معمولی سی تنخواہ ہوتے ہوئے۔ جب کہ آج اس تنخواہ سے بہت زیادہ تنخواہیں وصول کرنے والے اس قربانی کا دسواں بلکہ بیسواں حصہ بھی قربانی نہیں کرتے۔ اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ امیر لوگ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سونا پیش کرتے ہیں تو میں ان سے پیچھے کیوں رہوں۔ چنانچہ وہ ایک نہایت ہی قلیل تنخواہ میں سے ماہوار کچھ رقم جمع کرتا اور ایک عرصہ تک جمع کرتا رہتا ہے۔ نہ معلوم اس دوران میں اس نے اپنے گھر میں کیا کیا تنگیاں برداشت کی ہوں گی۔ کیا تکلیفیں تھیں جو اس نے خوشی سے جھیلی ہوں گی۔ محض اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اشرفیاں پیش کر سکے۔ (رفقاء احمد جلد ۴ صفحہ ۴۷)

ایک یورپین سے حضرت منشی اروڑے خان صاحب کی ملاقات کا نظارہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے فرماتے ہیں:-
''میں مبالغہ سے نہیں کہتا بلکہ ایک حقیقت بیان کرتا ہوں کہ میرے الفاظ کو وہ پیمانہ میسر نہیں ہے جس سے ان

بزرگوں کی محبت کو ناپا جاسکے۔ مگر ایک ادنیٰ مثال یوں سمجھی جاسکتی ہے کہ جس طرح ایک عمدہ اسفنج کا ٹکڑا پانی کو جذب کر کے پانی کے قطروں سے اسی طرح بھر جاتا ہے کہ اسفنج اور پانی میں کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ اور نہیں کہہ سکتے کہ کہاں پانی ہے اور کہاں اسفنج۔ اسی طرح ان پاک نفس بزرگوں کا دل بلکہ ان کے جسموں کا رواں رواں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے لبریز تھا۔ مجھے خوب یاد ہے اور اس واقعہ کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ کہ جب ۱۹۱۶ء میں مسٹر والٹر آنجہانی جو آل انڈیا وائی ایم۔ سی۔ اے کے سیکرٹری تھے اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کرنے کے لئے قادیان آئے تھے۔ انہوں نے قادیان میں یہ خواہش کی کہ مجھے بانی سلسلہ علیہ السلام کے کسی پرانے (رفیق) سے ملایا جاوے۔ اس وقت منشی اروڑے خان صاحب مرحوم قادیان میں تھے۔ مسٹر والٹر کو منشی صاحب مرحوم کے ساتھ بیت مبارک میں ملایا گیا۔ مسٹر والٹر نے منشی صاحب سے رسمی گفتگو کے بعد یہ دریافت کیا کہ آپ پر مرزا صاحب کی صداقت میں سب سے زیادہ کس دلیل نے اثر کیا؟ منشی صاحب نے جواب دیا کہ میں پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں اور زیادہ علمی دلیلیں نہیں جانتا۔ مگر مجھ پر جس بات نے زیادہ اثر کیا وہ حضرت صاحب کی ذات تھی۔ جس سے زیادہ سچا اور زیادہ دیانت دار اور خدا پر زیادہ ایمان رکھنے والا شخص میں نے نہیں دیکھا۔ انہیں دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ باقی میں تو ان کے مونہہ کا بھوکا ہوں۔ مجھے زیادہ دلیلوں کا علم نہیں ہے یہ کہہ کہ منشی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں اس قدر بے چین ہو گئے کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔ اس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں اور ان کے چہرہ کا رنگ ایک دھلی ہوئی چادر کی طرف سفید پڑ گیا تھا۔ اور بعد میں انہوں نے اپنی کتاب ''احمدیہ موومنٹ'' میں اس واقعہ کا خاص طور پر ذکر کیا اور لکھا کہ جس شخص نے اپنی صحبت میں اس قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں۔ اسے ہم کم از کم دھوکے باز نہیں کہہ سکتے''۔

(رفقاء احمد جلد ۴ صفحہ ۶۴، ۶۵)

☆☆☆

قائدین اضلاع ومجالس متوجہ ہوں

اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ڈاکٹرز مجلس نصرت جہاں کے تحت افریقہ میں قائم ہسپتالوں میں مخلصانہ خدمات بجالا رہے ہیں۔ ان اداروں کے لئے مزید ڈاکٹرز درکار ہیں بعض ہسپتالوں میں خصوصاً سپیشلسٹ ڈاکٹرز کی ضرورت ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اپنے ضلع میں ڈاکٹرز کو تحریک فرمائیں کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کارِ خیر میں پوری زندگی یا کم از کم ۳ یا ۵ سال وقف کریں۔

(جزاکم اللہ احسن الجزاء)

شعبہ خدمت خلق

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

سید انشاء اللہ خان انشاء

(فرخ شاد)

بنیادی تعارف

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری! راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

سید انشاء اللہ خان انشا کا یہ مشہور شعر آج بھی زبان زدِ عام ہے۔ جو آج سے قریباً اڑھائی سو سال قبل ۱۷۵۵ء میں پیدا ہوئے۔ سید انشاء اللہ خان ان کا نام تھا اور انشا تخلص کرتے تھے۔ والد کا نام حکیم میر ماشاء اللہ خان تھا۔ ان کے آباء اپنے اصل وطن ''نجف اشرف'' سے آ کر دہلی میں بس گئے تھے۔ خاندانی پیشہ طبابت تھا۔ اس فن میں یہ خاندان نہایت ممتاز تھا اور بموجب پیشۂ خاندانی میر ماشاء اللہ خان دربارِ شاہی میں طبیب تھے اور زمرۂ امراء میں داخل تھے۔ کچھ شعر بھی کہتے تھے اور مصدر تخلص کرتے تھے۔ دہلی کے زوال پر انہیں مرشد آباد جانا پڑا۔ سید انشاء اللہ خان وہیں پیدا ہوئے۔

تعلیم اور شعر گوئی کا شوق

باپ نے انشاء کی تعلیم و تربیت میں بڑی جانکاہی کی جس طرح اگلے وقتوں میں خاندانی امیر زادے تعلیم پاتے تھے اسی طرح سید انشاء کو سب ضروری علوم و فنون سے آراستہ کیا۔

شعر کہنے کا شوق انشاء کو بچپن ہی سے تھا۔ کبھی کبھی والد سے اصلاح لیتے تھے لیکن زیادہ تر اپنی خداداد طبیعت اور فطری ذہانت سے کام لیتے تھے۔

انشاء ___ مرشد آباد سے دہلی

شاہ عالم ثانی کے وقت میں قریباً ۱۷۷۵ء میں انشاء مرشد آباد سے دہلی آئے۔ شاہ عالم خود بھی شاعر تھے اور شعراء کے بڑے قدر دان تھے۔ انہوں نے اس نوجوان شاعر کی بڑی قدر کی۔ انشاء اپنی قابلیت، زورِ طبیعت اور شگفتگی مزاج کی بدولت تمام دربار پر چھا گئے۔ یہاں تک کہ دربار کے دوسرے شعراء اپنا رنگ اکھڑتے دیکھ کر انشاء سے کبیدہ خاطر ہونے لگے۔ اس پر شاہ عالم کا خالی خزانہ بھی انشاء کی ضرورت کے مطابق وفا نہ کرتا تھا۔ سو ناچار دہلی چھوڑ کر لکھنو کا رخ کیا، جو اُس زمانے میں دہلی سے نکلے ہوئے باکمالوں کا مسکن تھا۔ یہ ۱۷۸۸ء کا واقعہ ہے۔

انشاء ___ لکھنؤ میں

لکھنو میں مرزا سلیمان شکوہ کا دربار دہلی کے شعراء کی پناہ گاہ تھا۔ انہوں نے انشاء کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس حد تک قدردانی کی کہ اپنا اُستاد بنالیا حالانکہ وہ اس سے قبل مصحفی ایسے استاد سے اصلاح لیتے تھے۔

کچھ دنوں تک انشاء یہاں رہے لیکن حوصلہ مندی کے لئے یہ دربار بھی ناکافی نظر آیا تو رفتہ رفتہ نواب سعادت علی خان کے یہاں پہنچ گئے۔ انشاء کو نواب کے مزاج میں اتنا دخل ہوا کہ وہ انشاء کو ایک دم بھی اپنے سے جدا رکھنا پسند نہ کرتے تھے۔ تمام لکھنؤ میں انشاء کا طوطی بولنے لگا۔ انشاء کے پُر مذاق لطیفے، حاضر جوابیاں اور ظرافتیں نواب کو بہت خوش

کرتی تھیں، مگر انشاء اپنے مذاق اور دل لگی کی باتوں میں بعض دفعہ حد سے گزر جاتے تھے۔ چنانچہ ایک دن نواب کسی بات پر خفاء ہو گئے اور انشاء کو گھر میں مقید کر دیا۔ اس پر طرفہ یہ کہ ان کا جوان بیٹا فوت ہو گیا جس سے ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ اسی اثناء میں تنخواہ بھی بند ہو گئی، جس سے فاقوں تک نوبت پہنچ گئی۔

وفات

وہ شخص جو کبھی چہکتا ہوا بلبل تھا بالآخر اسی خراب صحت اور فقر و فاقہ کی حالت میں ۱۸۱۷ء میں اس دارِ فانی سے چل بسا۔

تصانیف

کلیاتِ نظم ۔انشاء کی کلیات میں ایک دیوان اُردو، ایک دیوان ریختی اور ایک دیوان فارسی کے علاوہ بہت سی مثنویاں، قصائد اور ہجویں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں فارسی میں منظوم ''شرح مائۃ عامل'' بھی لکھی۔

بے نقط تصنیفات ۔ان میں ایک بے نقط مثنوی ہے جس کی سُرخیاں بھی بے نقط اور موزون ہیں۔ مثلاً نعت کے موقعہ پر لکھتے ہیں۔ ''لوحہ در مدحِ سرورِ گل'' اسی طرح منقبت کے لئے ''لوحہ مدح سوار دلدل'' اور بادشاہ کی تعریف کے لئے ''لوحہ در مدح حاکمِ عصر'' وغیرہ۔

اس کے علاوہ ایک بے نقط دیوان بھی لکھا اور نثر میں بھی ''سلکِ گوہر'' کے نام سے ایک بے نقط کہانی تصنیف کی۔

کہانی خالص اُردو میں ۔ ''رانی کیتکی کی کہانی'' کے نام سے ایک کتاب نثر اُردو میں لکھی، جس میں یہ اہتمام کیا ہے کہ ایک لفظ بھی عربی و فارسی کا نہیں آنے دیا۔ اس التزام کے باوجود زبان نہایت سلیس اور شُستہ ہے۔ یہ خالص اُردو کا نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق صاحب لکھتے ہیں۔

''آج اگر کوئی چاہے ایسا صفحہ بھی اِس رعایت کے ساتھ لکھ لے تو ممکن نہیں''۔

(دریائے لطافت)

دریائے لطافت ۔سید انشاء کی سب سے بڑی یادگار اور قابلِ قدر تصنیف ''دریائے لطافت'' ہے۔ یہ قواعد اُردو کی پہلی کتاب ہے جو ایک ہندی اہلِ زبان نے تصنیف کی۔

انشاء بحیثیت شاعر

اس میں شک نہیں کہ انشاء نہایت ذہین اور طبّاع تھے اور ان کی قوت تخیل بجلی کی سی تیز تھی اور زبان پر بھی بہت قدرت رکھتے تھے لیکن بایں ہمہ ان کے کلام میں ہمواری اور استقامت نہیں، جس کی وجہ سے شاید ان کی مشکل زمینیں اور قوافی ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے کلام میں ظرافت اور مذاق اس کثرت سے ہے کہ بعض دفعہ طبیعت پر گراں گذرتا ہے۔

ظرافت کی کثرت شاید اس وجہ سے کی گئی ہو کہ اُس زمانہ کے لوگوں کو جن کا مذاق بہت گر گیا تھا یہ رنگ بہت اچھا معلوم ہوتا تھا اور انشاء نے بھی شاعری کو محض حصولِ غرض کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ ان کا کوئی اعلیٰ مطمحِ نظر نہ تھا اور نہ ان کو کوئی پیغام پہنچانا تھا۔

انتخاب کلام

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں
تصوّر عرش پر ہے اور سر ہے پائے ساقی پر
غرض کچھ اور دُھن میں اِس گھڑی میخوار بیٹھے ہیں
یہ اپنی چال ہے اُفتادگی سے اب کے پہروں تک
نظر آیا جہاں پر سایۂ دیوار بیٹھے ہیں
نجیبوں کا عجب کچھ حال ہے اِس دور میں یارو!
جہاں پوچھو ، یہی کہتے ہیں ، ہم بیکار بیٹھے ہیں
کہاں صبر و تحمل ، آہ! ننگ و نام کیا شے ہے
میاں رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہیں

☆☆☆

گرچہ مے پینے سے کی توبہ ہے مَیں نے ساقی
بھول جاتا ہوں ولے تیری مدارات کے وقت

☆☆☆

کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرتِ انسان پر
فعل بد تو ان سے ہوں لعنت کریں شیطان پر

☆☆☆

کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے
وہ تو بے چاری آپ ننگی ہے

☆☆☆

ہو جو انشاء کو اجازت تو بھرے پھر نالہ
کبھی بلبل کے فرشتوں کو بھی جو یاد نہ ہو

☆☆☆

رونے سے اپنے دل کی تپش گرد ہوگئی
دو چار بوندیوں میں ہوا سرد ہوگئی

☆☆☆

غصے میں ترے ہم نے بڑا لطف اٹھایا
اب تو عمداً اور بھی تقصیر کریں گے

خیال کیجیے کیا آج کام مَیں نے کیا
جب اُن نے دی مجھے گالی سلام مَیں نے کیا
تمہارے واسطے ، تم اپنے دل میں غور کرو
کبھی کسی سے نہ ہو جو مدام مَیں نے کیا
ہوس یہ رہ گئی صاحب نے پر کبھی نہ کہا
کہ آج سے تجھے انشاء غلام مَیں نے کیا

☆☆☆

جو کچھ کہ عرض کی ہے سو کر دکھاؤں گا مَیں
واہی نہ آپ سمجھیں یونہی کلام میرا
مَیں غش ہوا کہا جو ساقی نے مجھ سے ہنس کر
یہ سبز جام تیرا اور سرخ جام میرا
پوچھا کسی نے مجھ کو ان سے کہ کون ہے یہ
تو بولے ہنس کے ۔ یہ بھی ہے اک غلام میرا
محشر کی تشنگی سے کیا خوف سید انشاء
کوثر کا جام دے گا مجھ کو امام میرا

☆☆☆

یہ جو مہنت بیٹھے ہیں رادھا کے کنڈ پر
اوتار بن کے گرتے ہیں پریوں کے جھنڈ پر
اے موسم خزاں لگے آنے کو تیرے آگ
بلبل اُداس بیٹھی ہے ایک سوکھے ٹنڈ پر

☆☆☆

چھیڑنے کا تو مزا تب ہے ، کہو اور سنو
بات میں تم تو خفا ہوگئے ، لو اور سنو

☆☆☆

کیوں پڑی تھلکیں نہ آنکھیں آنسوؤں کے بوجھ سے
ہے دلِ صدپارہ کو سیماب کا سا اضطراب
روح کا یہ حال ہے یاں ، قافلہ سے پڑ کے دُور
کر رہی ہو جس طرح محمل میں لیلیٰ اضطراب

پوچھتے کیا ہو کہ تیرے دل میں کیا ہے؟ مجھ سے پوچھ
اور کیا یاں خاک ہوگی۔ جوش ہے یا اضطراب
دم لگا گھٹنے اجی میں یا کہوں کل رات کو
تم نہ آئے تو کیا یاں جی نے کیا کیا اضطراب

☆☆☆

مجھے کیوں نہ آوے ساقی! نظر آفتاب اُلٹا
کہ پڑا ہے آج خم میں قدح شراب اُلٹا
عجب اُلٹے ملک کے ہیں اجی آپ بھی کہ تم سے
کبھی بات کی جو سیدھی تو ملا جواب اُلٹا
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروزِ عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

☆☆☆

اِک طفل دِبستاں ہے فلاطوں مرے آگے
کیا منہ ہے ارسطو جو کرے چوں مرے آگے
کیا مال بھلا قصرِ فریدوں مرے آگے
کانپے ہے پڑا گنبدِ گردوں مرے آگے
مرغانِ اولی اجنحہ مانندِ کبوتر
کرتے ہیں سدا عجز سے غوں غوں مرے آگے
ہوں وہ جبروتی کہ گروہِ حکماء سب
چڑیوں کی طرح کرتے ہیں چوں چوں مرے آگے
بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو میں باندھوں
بادل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے

امدادی کتب

۱۔آبِ حیات ۲۔گلِ رعنا ۳۔دہلی کا دبستانِ شاعری

☆☆☆

(بقیہ از صفحہ 30)

اس میچ کے دوسرے دن چاروں اننگز کا کھیل کھیلا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دوسرے دن پہلی ہی گیند پر ویسٹ انڈیز کی آخری وکٹ گرگئی اور یوں ویسٹ انڈیز کی پہلی اننگز کا اختتام ہوا۔ انگلینڈ نے اپنی پہلی اننگز کا آغاز کیا اور ۱۳۴ پر اس کی تمام ٹیم آؤٹ ہوگئی۔ اس کے بعد ویسٹ انڈیز نے دوسری اننگز کا آغاز کیا تو وہ انگلینڈ کی تباہ کن باؤلنگ کا سامنا نہ کرسکی اور صرف ۵۴ رنز پر ڈھیر ہوگئی۔ اس پر انگلینڈ نے اپنی دوسری اننگز کا آغاز کردیا اور دوسرے دن کے اختتام تک اپنی دوسری اننگز کے ۲ اوور کھیل چکی تھی۔ اس طرح یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ بن گیا جب ایک ہی دن میں چار اننگز کا کھیل کھیلا گیا۔

4- نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کے درمیان دسمبر ۲۰۰۰ء میں جوہنسبرگ ٹیسٹ بارش سے متاثر ہوا اور میچ کے پہلے، تیسرے اور چوتھے روز کا کھیل ممکن نہ ہوسکا۔ میچ کے دوران گراؤنڈ میں کرس سکاٹ اور ان کے عملے نے انتہائی کاوش کی اور اس کے نتیجے میں دوسرے اور پانچویں روز کا کھیل ہوا۔ اس ٹیسٹ کے اختتام پر مین آف دی میچ کا ایوارڈ کرس سکاٹ گراؤنڈ مین کو دیا گیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا جب کھلاڑیوں اور ایمپائروں کے علاوہ کسی اور کو مین آف دی میچ کے ایوارڈ سے نوازا گیا۔

مندرجہ بالا واقعات کرکٹ کی تاریخ کا حصہ ہیں۔ آئندہ آنے والے دنوں میں مزید دلچسپ واقعات کرکٹ کے کھیل کو مزید دلچسپ بنائیں گے۔

☆☆☆

دنیائے کرکٹ کے چند دلچسپ ریکارڈز

(مکرم عبدالوہاب منگلا صاحب۔لاہور)

کرکٹ ریکارڈز کا کھیل ہے اور جب سے بہت زیادہ کرکٹ کھیلی جانے لگی ہے تو پرانے ریکارڈ ٹوٹنے اور روزانہ نت نئے ریکارڈ قائم ہونے لگے ہیں۔پچھلے چند سالوں میں کرکٹ کے میدانوں میں چند ایسے واقعات ہوئے ہیں جو دلچسپ بھی ہیں اور عجیب بھی۔انہی میں سے چند کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

1- پاکستان اور ویسٹ انڈیز کا انٹیگا ٹیسٹ ایمپائروں کے غلط فیصلوں اور پاکستانی فیلڈروں کی ناقص فیلڈنگ کے باعث یادگار رہے گا۔اس میچ میں چند ایسے واقعات ہوئے جو کہ پھر شاید ہی کبھی کرکٹ کے میدان میں ہوسکیں۔اس میچ میں جو کہ پاکستان ایک وکٹ سے ہار گیا تھا دونوں ٹیموں کے کھلاڑیوں کی حاصل شدہ وکٹوں کا مجموعہ ۱۹۴۵ تھا۔اس میچ سے قبل کبھی بھی ایک میچ میں اتنی وکٹیں حاصل کرنے والے کھلاڑی نہیں کھیلے۔اس میچ میں دنیائے کرکٹ کے چار عظیم فاسٹ باؤلر کھیلے۔میچ کے اختتام پر ان چاروں کی مجموعی وکٹوں کی تعداد ۱۵۳۲ تھی۔ان میں پاکستان کے وسیم اکرم کی ۳۹۸،وقار یونس کی ۲۹۷ اور ویسٹ انڈیز کی طرف سے کورٹنی والش کی ۴۴۹ اور کوٹلی امبروز کی ۳۸۸ وکٹیں شامل ہیں۔

2- پاکستان کے بیٹسمین اعجاز احمد ٹیسٹ کرکٹ کی ۱۲۴ سالہ تاریخ میں واحد بیٹسمین ہیں جن کو آؤٹ قرار دیئے جانے کے بعد پویلین سے دوبارہ واپس بلا لیا گیا۔یہ واقعہ ۱۹۹۷ء کے کولمبو ٹیسٹ میں پیش آیا۔اس میچ میں انگلینڈ کے امپائر ڈیوڈ شیفرڈ نے مرلی دھرن کی تھرو پر اعجاز احمد کو رن آؤٹ قرار دے دیا۔ اعجاز احمد جو اس وقت ۹۸ رنز پر کھیل رہے تھے نہایت بوجھل قدموں سے پویلین روانہ ہوئے۔تھوڑی دیر بعد تھرڈ امپائر نے واکی ٹاکی پر امپائر شیفرڈ کو کہا کہ ری پلے دیکھنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سلیم ملک آؤٹ ہیں۔چنانچہ ایمپائر ڈیوڈ شیفرڈ نے اپنا پہلا فیصلہ واپس لیا اور سلیم ملک کو آؤٹ قرار دے دیا۔اعجاز احمد دوبارہ گراؤنڈ میں آئے اور سنچری مکمل کرلی۔

3- ۲۰۰۰ء میں انگلینڈ اور ویسٹ انڈیز کے درمیان دوسرے ٹیسٹ میچ میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔یہ ٹیسٹ لارڈز کے تاریخی میدان میں کھیلا گیا۔یہ اس میدان پر کھیلا جانے والا سواں (۱۰۰) ٹیسٹ میچ تھا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 29 پر)

(قسط نمبر ۷)

عربی شاعری

(مقبول احمد ظفر۔ ربوہ)

عَنترَہ بن شَدَّاد العَبسی

قبیلۂ عبس سے تعلق رکھنے والے اس شاعر کا پورا نام ابوالمغلس عنترۃ بن شداد عبسی تھا اس کی ماں کا نام زبیبہ تھا جو حبشن تھی اور لونڈی تھی۔ عنترہ کے والد نے ایک لونڈی کے پیٹ سے اس بچہ کی پیدائش کی وجہ سے اُسے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس طرح اُس زمانہ کی عرب روایات کے مطابق لونڈی کا یہ بچہ بھی غلام کہلایا چنانچہ غلامی سے نفرت کرنے کے باوجود یہ بچہ غلام ہونے ہی کی حالت میں پروان چڑھا اُس نے جنگی تربیت حاصل کی اور سپہ گری اور شہسواری کی خوب مشق کرلی اور بالآخر اپنے قبیلہ کا بہادر اور ماہر فوجی بن کر اُبھرا۔ ایک بار جب کچھ قبائل نے عبس پر حملہ کیا اور اُن کے اونٹ لے بھاگے تو عنترہ کے باپ نے کہا کہ "عنترہ آگے بڑھو اور حملہ کرو" لیکن عنترہ نے کہا کہ غلام حملہ کرنے میں ہوشیار نہیں ہوتا وہ تو محض دودھ دوہنے اور تھن باندھنے وغیرہ کے کام جانتا ہے۔ اس پر باپ نے کہا کہ حملہ کرمیں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ عنترہ حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا اور جی توڑ کر لڑا اور آخر لوٹے ہوئے اونٹوں کو واپس لانے میں کامیاب ہوگیا۔ اب اُس کا باپ اُسے باقاعدہ بیٹا تسلیم کر چکا تھا اور اس کی بہادری پیش قدمی اور حملہ آوری عرب میں ضرب المثل بن چکی تھی چنانچہ اسے اپنے قبیلہ کا سردار اور سپہ سالار بنایا گیا۔ داحس اور غبراء کی مشہور لڑائی میں عنترہ نے نہایت عمدگی کے ساتھ عبس کے فوجی دستوں کی قیادت کی۔ اس نے بڑی لمبی عمر پائی یہاں تک کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور جلد لٹک گئی اسے ۶۱۵ء میں قتل کر دیا گیا۔ عنترہ سے جب اس کی بہادری اور دلیری کا راز پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ "وہ جب مصلحت دیکھتا ہے تو پیش قدمی کرتا ہے اور جب مصلحت دیکھتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور وہ وہاں کبھی نہیں گھستا جہاں سے واپسی کا راستہ نہ ہو"۔

اُس کا قصیدہ

غلامی کے ایام کی اُس کی شاعری مشہور نہ ہوسکی۔ ایک بار اُسے کسی نے لونڈی کا بیٹا ہونے کا طعنہ دیا تو اس نے کہا کہ مجھ سے آزاد افراد جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ اس پر اُس مخالف نے کہا کہ میری تجھ پر برتری یہ ہے کہ میں بہت عمدہ شعر کہتا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ عنترہ نے شاعری میں اُس کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی اور اگلے دن ہی اپنا وہ قصیدہ کہا جو عرب کے سات قصائد میں سے ایک ہے۔ اس طرح اس نے اپنے مخالف کا منہ بند کر دیا۔ چونکہ یہ قصیدہ اُس نے اپنی فصاحت و بلاغت کی دھاک بٹھانے کے لئے کہا تھا اس لئے اُس میں فخریہ اشعار باکثرت ہیں۔ چند اشعار کا ترجمہ درج ہے۔

"وہ بہادر اور پہلوان ہتھیار بند جنگجو جس کے میدان

میں اترنے سے بڑے بڑے دلیر اور جانباز کانپ اُٹھتے ہیں جو نہ پیٹھ دکھاتا ہے اور نہ ہی اپنے آپ کو دشمن کے حوالہ کرتا ہے میرے ہاتھوں نے بڑی تیزی اور صفائی سے مضبوط اور سیدھا کیا ہوا نیزہ اس کے سینے میں گھونپ دیا۔ پھر میں نے اس کے بدن کو نیزہ میں پرو دیا اور اسے میں نے درندوں کی خوراک بنا دیا جو اس کا گوشت نوچ رہے تھے اور اس کی کلائی اور ہڈیوں کے حسین جوڑ چبا رہے تھے۔

دوران جنگ میرے گھوڑے کے سیاہ سینے میں کنویں کی رسیوں کی طرح لمبے لمبے نیزے گھسے ہوئے تھے لیکن میں برابر گھوڑے کے سینے کو دشمن کی جانب بڑھائے چلے جا رہا تھا حتی کہ اُس گھوڑے کا اگلا حصہ خون سے اس طرح ڈھک گیا جس طرح اس نے خون کا قمیص پہن لیا ہو''۔

حَارِث بن حلّزة الیَشکُرِی

اس کا پورا نام ابوظلیم حارث بن حلّزہ الیشکری البکری تھا۔ اس کا تعلق خاندان بکر سے تھا۔ اسے اپنے خاندان میں وہی مقام و مرتبہ حاصل تھا جو بنو بکیر کے مدمقابل قبیلہ تغلب میں عمرو بن کلثوم التغلبی کو حاصل تھا۔ اس کی شہرت کا باعث بھی اس کا وہ مشہور قصیدہ ہے جو اس نے بادشاہ عمرو بن ہند کے دربار میں اپنے قبیلہ کے حق میں اور اپنے مخالف قبیلہ تغلب کے خلاف بادشاہ کی ہمدردی اور تائید حاصل کرنے کے لئے فی البدیہہ کہا تھا۔ بادشاہ اس سے قبل تغلبیوں کی طرف مائل تھا لیکن اس قصیدہ کے اثر سے اُس کے دل سے تغلبیوں کی عزت، وقار اور عظمت کم ہوگئی اور وہ قبیلہ بکر کی طرف مائل ہوگیا۔ حارث نے ایک لمبی عمر پائی۔ بعض مؤرخین جن میں اصمعی بھی شامل ہے کہ مطابق اس کی عمر ۱۴۰ سال کے لگ بھگ تھی۔

اُس کا قصیدہ

عمرو بن کلثوم کی طرح اس کا قصیدہ بھی اپنی برجستگی کی سلاست کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ جس میں حسن ترتیب اور مضامین کی جدت نے مزید نئے رنگ بھر دیئے ہیں۔ قصیدہ کا آغاز حسب دستور تغزل سے یعنی اپنی محبوب کے ذکر سے کرتا ہے اور اس کے بعد اپنی اونٹنی کی تعریف کرتا ہے اور تغلبیوں کو لعن طعن کرتا ہے اور اس کے بعد بادشاہ عمرو بن ہند کی تعریفوں کے پل باندھ دیتا ہے اور آخر میں بادشاہ کے سامنے اپنی قوم کی بڑائی اور اس کے بلند کارناموں کا بڑے فاخرانہ انداز سے ذکر کرتا ہے۔

چنانچہ اپنے قصیدہ کے ابتدائی اشعار میں کہتا ہے کہ:۔

آذَنَتنَا بِبَینِهَا أَسمَاءُ
رُبَّ ثَاوٍ یُمَلُّ مِنهُ الثَّوَاءُ
بَعدَ عَهدٍ لَنَا بِبُرقَةِ شَمَّا
ءَ فَأَدنٰی دِیَارِهَا الخَلصَاءُ

یعنی: ''اُسما نے ہمیں آگاہ کر دیا تھا کہ وہ چھوڑ کر چلی جائے گی۔ یہ درست ہے کہ قیام کرنے والوں کا لمبا قیام اکتاہٹ کا باعث بنتا ہے لیکن اُسماء ان میں نہیں جن سے مسکن اُکتا جائیں۔ اور اُس نے ہم سے بچھڑنے کی بات اُس وقت کی تھی جب وہ ''شماء'' اور ''خلصاء'' کے ٹیلوں پر مجھ سے ملی تھی''۔

تغلبیوں کے بارے میں کہتا ہے:۔

''وہ بادشاہ عمرو بن ہند کے سامنے ہماری چغلیاں بڑھ

چڑھ کر کرتے ہیں لیکن یہ زیادہ عرصہ نہیں ہوگا۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم تمہاری باتیں لگانے کی وجہ سے ڈر جائیں گے۔ تم سے پہلے بھی ہمارے دشمنوں نے ہماری چغلیاں کھائیں لیکن اُن کے نتیجہ میں ہم سربلند اور مزید شان و شوکت کے وارث ہوئے''۔

بادشاہ کی تعریف میں لکھتا ہے کہ

''وہ عادل بادشاہ ہے اور تمام زمین کی مخلوق سے افضل اور برتر ہے اور اُس کی جتنی مدح وثنا کی جائے وہ اُس کی شان وشوکت کے مقابلہ میں کم ہے''۔

یہ تو تھا سات مشہور قصائد اور ان کے شعرا کا مختصر ترین تعارف ان قصائد کے تمام پہلوؤں سے واقف ہونے کے لئے ان کا مکمل مطالعہ ضروری ہے۔ یہاں یہ بات لکھنا آپ کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگی کہ مختلف مؤرخین نے ان سات شعراء میں اختلاف کیا ہے۔ معلقات کے مشہور مفسر احمد بن ابراہیم نے اُنہیں شعرا کا ذکر کیا جن کا خاکسار نے اوپر ذکر کیا ہے جب کہ بعض اور مورخین اور مفسرین نے بعض شعراء کو نکال کر نابغہ الذبیانی اور ''اعشیٰ'' کو ان سات مشہور شعراء میں گردانا ہے۔

اس کے بعد ان شعراء کا ذکر آئے گا جن کو مخضری شعراء کا نام دیا جاتا ہے یعنی وہ شعراء جو زمانہ جاہلیت میں بھی اور اسلام لانے کے بعد بھی اپنی شاعری کی وجہ سے مشہور ہوئے۔

(باقی آئندہ)

☆☆☆

اعلان

تمام خریداران سے درخواست ہے کہ رسالے پر لکھے آپ کے ایڈریس کی چٹ پر آپ کا خریداری نمبر اور مدت خریداری درج ہوتی ہے۔ براہ کرم اسے مدنظر رکھتے ہوئے مدت ختم ہونے سے قبل نئے سال کا چندہ فوری ادا کر دیں۔ یا کم از کم ادارے کو تحریری اطلاع دے دیں کہ رسالہ جاری رکھا جائے چندہ بعد میں بھجوا دیا جائے گا۔

اسی طرح خط و کتابت کرتے ہوئے خریداری نمبر ضرور تحریر کریں۔ چندے کی شرح درج ذیل ہے۔

اندرون پاکستان -/100 روپے سالانہ

بیرون از پاکستان 50 مارک، 15 پاؤنڈ، 30 امریکی ڈالر

مینیجر رسالہ خالد

واقفین نو کیلئے خدمت دین کی غرض سے پیشہ ورانہ انتخاب کے سلسلہ میں عمومی راہنمائی

(ڈاکٹر شمیم احمد۔ انچارج شعبہ وقف نو مرکزیہ۔ لندن)

بعض واقفین نو کے والدین انفرادی طور پر رابطہ کر کے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جب ان کے بچے بڑے ہو جائیں گے تو وہ کس رنگ میں جماعت کی خدمت کریں گے۔ ایسے والدین کی اطلاع اور عمومی راہنمائی کے لئے یہ مضمون شائع کیا جا رہا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۳ اپریل ۱۹۸۷ء کو اس مبارک تحریک کے آغاز کا اعلان اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا اور اس کے بعد چار مزید خطبات میں احباب جماعت کو تفصیلی ہدایات سے نوازا تھا۔ یہ خطبات پاکستان میں علیحدہ علیحدہ اور بیرون پاکستان کے لئے یکجائی صورت میں چھپ چکے ہیں۔ ان خطبات میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس مبارک تحریک کے مختلف پہلوؤں مثلاً اس کے اغراض و مقاصد، والدین اور نظامِ جماعت کی ذمہ داریوں کے بارہ میں راہنمائی فرمائی ہے۔ ان ہدایات پر غور کیا جائے تو وہ آئندہ کے لائحہ عمل پر خوب روشنی ڈالتی ہیں۔ اسی لئے والدین کو ہمیشہ اس بات کی تاکید کی جاتی ہے کہ وہ وقف کا ارادہ کرنے سے قبل ان خطبات کا بغور مطالعہ کریں اور وقف کرنے کے بعد بھی ان خطبات کو پڑھتے رہیں اور ان میں بیان فرمودہ ہدایات کو مدنظر رکھ کر اپنے بچوں کی تربیت کی کوشش کرتے رہیں۔

سب سے اہم اور بنیادی بات

وقف نو کے ضمن میں سب سے زیادہ اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ بچوں کو شروع سے ہی یہ بات ذہن نشین کروائی جانی چاہیئے کہ وہ (دین حق) کی خدمت کے لئے وقف ہیں اور بڑے ہو کر انہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ساری زندگی (دین حق) کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے کام کرنا ہے۔ چنانچہ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

''ان کو بچپن سے ہی اس بات پر آمادہ کرنا شروع کریں کہ تم ایک عظیم مقصد کے لئے ایک عظیم الشان وقت میں پیدا ہوئے ہو جب کہ غلبہ (دین حق) کی ایک صدی غلبہ (دین حق) کی دوسری صدی سے مل گئی ہے اس سنگم پر تمہاری پیدائش ہوئی ہے اور اس نیت اور دعا کے ساتھ ہم نے تجھ کو مانگا تھا خدا سے کہ اے خدا تو آئندہ نسلوں کی تربیت کے لئے ان کو عظیم الشان مجاہد بنانا''۔ (خطبہ جمعہ ۳ اپریل ۱۹۸۷ء)

وہ والدین جو اپنے بچوں کے ذہن میں شروع سے ہی یہ

احساس پیدا نہیں کرتے کہ وہ خدمتِ (دین حق) کے لئے وقف ہیں ان کے بچے بعض دفعہ بڑے ہو کر وقف کی طرف مائل نہیں ہوتے اور وقت آنے پر وقف کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں پاتے یا بڑے ہو کر ایسے پیشوں کی طرف راغب ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ خدمت، (دین حق) سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ایک ملک سے اطلاع موصول ہوئی کہ جب وہاں بچوں کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ ان میں چند بچے ایسے پیشوں کی طرف راغب ہیں جن کے تحت وہ جماعت کے لئے کار آمد نہیں ہوں گے۔ اس لئے اس پہلو پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہے کہ شروع سے ہی بچوں کو یہ بات ذہن نشین کروائی جانی چاہئیے کہ انہیں خدمت (دین حق) کے لئے مانگا گیا تھا اور یہ کہ ان سے کیا بلند توقعات وابستہ کی گئی ہیں۔

اس ضمن میں دعاؤں کی بھی بہت ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی نیک تمنائیں پوری فرمائے۔ سیدنا حضور انور نے والدین کو نصیحت فرمائی کہ:۔

''خدا کے حضور بچے کو پیش کرنا ایک بہت ہی اہم واقعہ ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اور آپ یاد رکھیں کہ وہ لوگ جو خلوص اور پیار کے ساتھ قربانیاں دیا کرتے ہیں وہ اپنے پیار کی نسبت سے ان قربانیوں کو سجا کر پیش کیا کرتے ہیں...... پیشتر اس کے یہ بچے اتنے بڑے ہوں کہ جماعت کے سپرد کئے جائیں ان ماں باپ کی بہت ذمہ داری ہے کہ وہ ان قربانیوں کو اس طرح تیار کریں کہ ان کے دل کی حسرتیں پوری ہوں، جس شان کے ساتھ وہ خدا کے حضور ایک غیر معمولی تحفہ پیش کرنے کی تمنا رکھتے ہیں وہ تمنائیں پوری ہوں''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء)

والدین کو شروع سے ہی اس بات کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے کہ ان کا بچہ بڑا ہو کر کس طرح خدمت کرے گا۔ کیا وہ بطور مربی سلسلہ (دین حق) کی خدمت کرے گا یا کسی اور رنگ میں پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ مثلاً استاد، ڈاکٹر یا زبانوں کا ماہر بن کر اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کرے گا۔ اس امر کے لئے والدین کی خواہشات کے علاوہ بچوں کے ذہنی رجحان کو بھی ملحوظ رکھا جانا چاہئے۔

اس مقصد کے لئے مرکزی ہدایات کے تحت تمام ممالک اور جماعتوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کریئر پلاننگ کمیٹیاں تشکیل دیں جو والدین کی خواہشات بچوں کے ذہنی رجحانات، ان کی تعلیمی استعدادوں اور جماعتی ضروریات کو مدنظر رکھ کر والدین کی راہنمائی کریں۔ والدین کو چاہیے کہ اپنی جماعتوں کے سیکرٹریان اور صدر صاحبان سے رابطہ رکھیں اور جہاں جہاں ایسی کریئر پلاننگ کمیٹیاں قائم ہو چکی ہیں ان سے استفادہ کریں۔ اگر کہیں ایسی کمیٹیاں قائم نہیں ہوئیں تو ذمہ دار عہدیداران کو اس طرف توجہ کرنی چاہئیے۔

خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تیزی سے پھیلتی ہوئی جماعت اور اس کی بڑھتی ہوئی ضروریات اس بات کی متقاضی ہیں کہ بے شمار پیشہ ورانہ مہارت رکھنے والے واقفین زندگی وقت کے جدید تقاضوں کے تحت خدمات کے لئے دستیاب ہوں۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے حضور انور ایدہ اللہ نے تحریک وقف نو کو جاری فرمایا تھا۔ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ کے ارشادات اور ہدایات کی روشنی میں نیز جماعت کی آئندہ زمانوں میں تیزی سے بڑھتی ہوئی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے عمومی راہنمائی کے طور پر چند پیشوں کا انتخاب درج ہے۔

مربیان اور مبلغین

جماعت کو بے شمار مربیان کی ضرورت ہے جو دنیا بھر میں تبلیغ اور تربیت کا کام کرسکیں۔ جامعہ احمدیہ میں عام طور پر میٹرک یا جی سی ایس سی کے بعد بچے داخلہ لیتے ہیں اور پانچ سات سال کی تعلیم کے بعد شاہد کی ڈگری حاصل کر کے مربی سلسلہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد بعض مربیان مزید تعلیم اور ریسرچ کے ذریعہ مختلف مضامین مثلاً قرآن، حدیث، فقہ، کلام اور موازنہ مذہب وغیرہ میں اختصاص (Specialisation) بھی حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ، قادیان، انڈونیشا، گھانا، تنزانیہ اور نائیجیریا میں مربیان کی ٹریننگ کے لئے جامعات قائم ہیں۔ سیدنا حضور انور نے انگلستان اور کینیڈا میں بھی جامعہ احمدیہ کے قیام کی منظوری عطا فرمادی ہے جو انشاء اللہ چند سالوں تک کام شروع کردیں گے۔ مزید معلومات کے لئے ان جامعات سے رابطہ کیا جانا چاہیئے۔

وقف اور تعلیمی مہارت کا اصل مقصد

مربیان اور مبغلین کی تیاری کے علاوہ والدین کی عمومی راہنمائی کے لئے چند پیشوں کا انتخاب درج ہے پیشوں کے ذکر سے قبل یہ امر بیان کرنا ضروری ہے کہ وقف اور مختلف پیشوں کے ذریعہ خدمت کا اصل مقصود خدا تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنا اور اپنی اولاد کا تعلق مضبوط کرنا ہے اور روحانیت میں ترقی کرنا ہے۔ اس عظیم مقصد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سیدنا حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا:-

"دعائیں کریں کہ اے خدا! ہمارے بچوں کو اپنے لئے چن لے، ان کو اپنے لئے خاص کرلے۔ تیرے ہو کر رہ جائیں اور آئندہ صدی میں ایک عظیم الشان واقفین بچوں کی فوج ساری دنیا سے اس طرح داخل ہو رہی ہو کہ وہ دنیا سے آزاد ہو رہی ہو اور محمد رسول ﷺ کے خدا کی غلام بن کے اس صدی میں داخل ہو رہی ہو۔

(خطبہ جمعہ ۱۳ اپریل ۱۹۸۷ء)

نیز حضور ایدہ اللہ نے والدین کو توجہ دلائی کہ بچوں کو شروع سے ہی متقی بنانے کی کوشش کریں اور ان کے دل دین کی طرف راغب کریں۔ فرمایا:-

"واقفین نو کو بچپن ہی سے متقی بنائیں اور ان کے ماحول کو پاک اور صاف رکھیں اور ان کے سامنے ایسی حرکتیں نہ کریں جن کے نتیجے میں ان کے دل دین سے ہٹ کر دنیا کی طرف مائل ہونے لگ جائیں۔ پوری توجہ ان پر اس طرح دیں جس طرح ایک بہت ہی عزیز چیز کو ایک بہت عظیم مقصد کے لئے تیار کیا جارہا ہو"۔

(خطبہ جمعہ یکم دسمبر ۱۹۸۹ء)

زبانوں کے ماہرین

متوقع تعلیمی معیار:- ایم۔ اے / پی۔ ایچ۔ ڈی

آئندہ زمانوں میں جماعت کو ایسے بے شمار ماہرین کی ضرورت ہوگی جو مختلف زبانوں پر کامل عبور رکھتے ہوں یعنی بول چال اور تحریر کی مشق رکھتے ہوں نیز ترجمہ اور تصنیف کی صلاحیت رکھتے ہوں اور ان میں اتنی صلاحیت ہو کہ وہ قرآن مجید، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خلفاء احمدیت کے خطبات اور ان کی تصانیف نیز سلسلہ کے دیگر لٹریچر کو باآسانی تراجم کی صورت میں پیش کرسکیں اور ضرورت پڑنے پر ان ملکوں میں تبلیغ کا فریضہ بھی ادا کرسکیں۔

سیدنا حضور انور نے اپنے خطبات میں ایسی زبانوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے واقفین نو کو اردو، عربی، انگریزی، روسی، چینی، اٹالین، پولش، سپینش، پرتگالی، ٹرکش، کورین اور جاپانی زبانوں میں اعلیٰ مہارت حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

وقف نو کے ضمن میں ایک ملاقات میں سیدنا حضور انور نے اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ جرمنی کی جماعت خاص طور پر اپنے واقفین کو ایسٹرن بلاک کی زبانوں یعنی ہنگیرین، رومانین، البانین، بلغارین اور چیکوسلواکین میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے تیار کرے کیونکہ یہ ایسی زبانیں ہیں جن کا جرمنی سے تعلق ہے اور جرمن قوم ان سے پرانے تاریخی روابط رکھتی ہے۔

اپنے خطبات میں حضور انور نے خاص طور پر لڑکیوں کو زبانوں کے ماہرین بنانے کی طرف توجہ دلائی ہے نیز یہ کہ وہ ٹائپ اور کمپیوٹر پر کام کرنا بھی سیکھیں تا کہ وہ بغیر خاوندوں سے علیحدہ ہوئے گھر بیٹھے تصانیف کا کام کرسکیں۔

اسی طرح فرمایا کہ وہ بچے جو مغربی دنیا میں آباد ہیں ان کے لئے ان ملکوں میں زبانیں سیکھنے کی بہت سہولتیں حاصل ہیں اس لئے ان کے والدین کو خصوصیت سے اس طرف توجہ کرنی چاہیئے کہ وہ شروع سے ہی اس بات کا مصمم ارادہ کرلیں کہ انہوں نے اپنے بچوں کو کسی نہ کسی زبان کا ماہر بنانا ہے۔

دینی امور کے ماہرین

وقف نو کے ضمن میں ایک ملاقات میں سیدنا حضور انور نے فرمایا کہ واقفین میں سے ایک حصہ ایسا ہونا چاہیئے جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی امور کے ماہر بنیں مثلاً کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماہر ہوں۔ اسی طرح بعض غیر احمدی مسلمانوں سے متعلق فرقوں میں اختصاص حاصل کریں۔

موازنہ مذاہب

اسی طرح سیدنا حضور انور نے اس خواہش کا بھی اظہار فرمایا کہ کچھ واقفین کو اعلیٰ تعلیم کے بعد مختلف مذاہب مثلاً عیسائیت، ہندوازم، یہودیت اور بہائی ازم کا سپیشلسٹ بنایا جائے۔ وہ اس قابل ہوں کہ تحقیقی مقالے تحریر کرسکیں اور اپنے مضمون میں اتھارٹی ہوں۔

اساتذہ

متوقع تعلیمی معیار: بی۔ایڈ/ایم۔ایڈ

ایسے اساتذہ جو ہائی سکول اور کالج کے درجہ پر پڑھا سکیں خصوصاً فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، ریاضیات، جغرافیہ، عربی اور انگریزی کے مضامین میں ایم۔اے یا ایم ایس سی کیا ہو۔ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی تعلیم کے شعبہ میں بہت کام کرسکتی ہیں۔

حضور انور نے بچیوں کو علم سکھلانے اور ان کو تعلیمی میدان میں آگے لانے کی بہت تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

''بچیوں کو تعلیم کے میدان میں آگے لائیں۔ علمی کام سکھائیں اور علم تو بڑھانا ہی ہے لیکن علم سکھانے کا نظام جو ہے جس کو بی ایڈ یا ایم ایڈ کہا جاتا ہے ایسی ڈگریاں جن میں تعلیم دینے کا سلیقہ سکھایا جاتا ہے ان میں داخل کریں آئندہ بڑے ہوکر۔ لیکن ابھی سے ان کی تربیت اس رنگ میں شروع کریں''۔

(خطبہ جمعہ ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء)

زبانوں کے ماہرین اساتذہ میں سے ایسے واقفین کی

بھی ضرورت ہوگی جو آگے چل کر مختلف زبانیں سکھانے کے لئے پروگرام تیار کریں جو ایم ٹی اے کے ذریعہ نشر کئے جاسکیں۔ ان زبانوں کو سکھانے کے لئے کتب اور ویڈیو بھی تیار کی جاسکتی ہیں۔ ایسے واقفین مختلف ملکوں کے مراکز میں لینگویج انسٹی ٹیوٹ کے قیام اور ان کے انتظامات کے لئے بھی بہت کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں۔

ریسرچ سکالرز

آئندہ جماعت کو ایسے ریسرچ سکالرز کی بھی ضرورت ہوگی جو اعلیٰ تعلیم کے بعد ریسرچ کا تجربہ رکھتے ہوں اور سائنسی وغیر سائنسی یا کسی بھی موضوع پر ریسرچ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور اس ذریعہ سے خدمت دین کرسکیں۔

میڈیکل

متوقع تعلیمی معیار: ایم۔بی۔بی۔ایس/ایم۔ڈی/بی۔ڈی۔ایس/اعلیٰ تعلیم کے ڈپلومہ جات

موزوں مردوں اور عورتوں کے لئے۔

واقفین نو کو ایسے ڈاکٹر بنانے کی کوشش کریں جو جماعت کے ہسپتالوں میں بطور جنرل فزیشن، سرجن، مختلف امراض اور دندان سازی کے ماہرین کے طور پر کام کرسکیں۔ میڈیکل کے بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبہ کی اپنی اہمیت ہے۔ جماعت کو ہر میدان کے ماہرین کی ضرورت ہوگی۔

اس سلسلہ میں سیدنا حضور انور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جماعت کو خدمت کے میدان میں لیڈی ڈاکٹرز کی بہت ضرورت ہے اور وہ بہت بڑی خدمت کرسکتی ہیں۔ اس لئے احمدی بچیوں کو ڈاکٹر بن کر اپنی زندگیاں پیش کرنی چاہئیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

''ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ خواتین ڈاکٹروں کو خدا تعالیٰ اگر توفیق دے تو وہ بہت بڑی خدمت کرسکتی ہیں اور بہت گہرا اثر چھوڑ سکتی ہیں اور اس رستے سے پھر وہ (دین حق) کا پیغام دینے میں بھی دوسروں پر فوقیت رکھتی ہیں۔ اس لئے احمدی خواتین کو ڈاکٹر بن کر اپنی زندگیاں پیش کرنی چاہئیں''۔ (خطبہ جمعہ ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء)

ہومیوپیتھی

متوقع تعلیمی معیار: باقاعدہ مستند کورس کے ساتھ حاصل کردہ ڈگری۔

موزوں: مردوں اور عورتوں کے لئے

دنیا بھر میں یہ طریق علاج مقبول ہو رہا ہے اور اس کے باقاعدہ ڈگری کورسز کروائے جاتے ہیں۔ سیدنا حضور انور کی ذاتی دلچسپی اور توجہ سے یہ طریق علاج جماعت میں بھی بہت مقبول اور رائج ہو چکا ہے۔ مختلف ممالک میں ڈسپنسریاں قائم ہو چکی ہیں اور ان سے بہت استفادہ کیا جا رہا ہے۔ آئندہ جماعت کو باقاعدہ مستند تربیت یافتہ ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کی بھی ضرورت ہوگی جو اس کام کو آگے بڑھا سکیں اور دنیا کی خدمت کرسکیں۔

نرسنگ

متوقع تعلیمی معیار: نرسنگ کے ڈپلومہ جات

موزوں مردوں اور عورتوں کے لئے

جنرل نرسنگ، مڈوائفری اور اپریشن تھیٹر میں کام کرنے کا تجربہ اور اہلیت۔

میڈیکل ٹیکنیشین

متوقع تعلیمی معیار: مختلف ڈپلومہ جات

موزوں: مردوں اور عورتوں کے لئے

احمدیہ ہسپتالوں اور کلینک میں کام کرنے کے لئے ریڈیو گرافر، فزیوتھراپسٹ اور لیبارٹری ٹیکنیشن کی ضرورت ہوگی۔

فارماسسٹ

متوقع تعلیمی معیار: بی۔ فارمیسی

موزوں مردوں اور عورتوں کے لئے

مختلف ممالک میں جماعت کے ہسپتالوں میں فارمیسی اور ادویات کے کام کو سنبھالنے کے لئے فارماسسٹس کی بھی ضرورت پڑے گی۔ اس لئے واقفین کو اس شعبہ کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئیے۔

کمپیوٹر کے ماہرین

متوقع تعلیمی معیار ڈگری/ڈپلومہ جات

موزوں: مردوں اور عورتوں کے لئے

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کمپیوٹر اور نئی ٹیکنالوجی سے بھرپور استفادہ کر رہی ہے اور آئندہ زمانوں میں بے شمار ماہرین کی ضرورت ہوگی جو مختلف قسم کے پروگرام تیار کر کے جماعتی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ کمپیوٹر کی کئی شاخیں مثلاً سافٹ ویر، ہارڈ ویر اور ڈیزائن گرافکس وغیرہ اس لئے کمپیوٹر کے مختلف کاموں کے ماہرین کی ضرورت ہوگی۔

پرنٹرز

موزوں: مردوں کے لئے

اشاعت جماعت کا ایک نہایت اہم شعبہ ہے۔ کتب اور لٹریچر کی معیاری چھپائی کے لئے ایسے تعلیم یافتہ واقفین کی ضرورت ہوگی جو فنی مہارت کے ساتھ جماعت کے مختلف ممالک میں قائم شدہ یا آئندہ قائم ہونے والے پرنٹنگ پریسوں کو اعلیٰ طریق پر چلا سکیں۔

براڈ کاسٹنگ

متوقع تعلیمی معیار: ڈپلومہ/ڈگری

موزوں: مردوں/عورتوں کے لئے

خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دنیا بھر میں MTA کے پروگرام تیار ہو رہے ہیں۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ اور ترقی کرے گا تو اس وقت ایسے واقفین کی ضرورت ہوگی جو پیشہ وارانہ صلاحیت کے ساتھ براڈ کاسٹنگ اور ٹیلی ویژن اور ویڈیوگرافی سے متعلقہ امور کو جدید تقاضوں کے مطابق چلا سکیں۔ یہ بھی بہت وسیع میدان ہے۔ اس میں تیزی سے نئی ضرورتیں سامنے آ رہی ہیں اور جماعت کو فوری طور پر ایسے افراد کی ضرورت ہے جو ریکارڈنگ، سکرپٹ رائٹنگ، نیوز ریڈنگ، دستاویزی فلموں کی تیاری اور انٹرویو کرنے والے نیز سیٹیلائٹ کمیونیکیشن کے ماہر ہوں۔

جرنلزم

متوقع تعلیمی معیار: ایم اے

موزوں: مردوں اور عورتوں کے لئے

جماعتی اخبارات، رسالہ جات، اشاعت اور پریس کے متعلقہ امور کو بہترین خطوط پر چلانے والے، اچھا تصنیفی کام کرنے والے جرنلسٹ بھی جماعت کو چاہئیں۔ اس لئے واقفین نو کو جرنلزم اور اس کے مختلف شعبوں میں بھی مہارت حاصل کرنی چاہئیے۔

اکاؤنٹنٹ

متوقع تعلیمی معیار: بی کام/ایم کام

اکاؤنٹس کے ماہرین جو جماعت کے مالی نظام کے لئے کام کر سکیں۔

آرکیٹیکٹ

متوقع تعلیمی معیار: ڈگری

ایسے واقفین جو دنیا بھر میں جماعت کی بیوت، ہسپتالوں اور دیگر عمارات کے ڈیزائن اور ان سے متعلقہ امور میں خدمت بجالاسکیں۔

بزنس ایڈمنسٹریشن

متوقع تعلیمی معیار: ڈگری

ایسے واقفین جو مارکیٹنگ اور بزنس ایڈمنسٹریشن میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جماعت کی کتب اور لٹریچر کی فروخت اور ہسپتالوں اور سکولوں وغیرہ کی پلاننگ اور ایڈمنسٹریشن کے متعلقہ امور کی نگرانی کرسکیں۔

زراعت

متوقع تعلیمی معیار: ڈگری

افریقہ کے ممالک میں یا جہاں بھی آئندہ جماعت کو ضرورت ہوا ایسے واقفین درکار ہوں گے جو مختلف پراجیکٹس پر کام اور نگرانی کرسکیں۔

ماہرین آثار قدیمہ

سیدنا حضور انور نے اس خواہش کا بھی اظہار فرمایا ہے کہ واقفین میں سے ایسے بھی ہونے چاہئیں جو آثار قدیمہ کے مضمون میں اعلیٰ تعلیم اور تجربہ حاصل کریں اور قرآن مجید کے کلام اور نور کی روشنی میں اس مضمون کو لیں اور دنیا پر قرآن اور (دین حق) کی برتری ثابت کریں۔

انجینئرز

یہ بھی ایک بہت وسیع میدان ہے۔ جماعت کی روز افزوں ترقی کے نتیجہ میں سول اور الیکٹریکل انجینئرز کی ضرورت ہوگی جو جماعت کی بیوت، عمارات اور مشن ہاؤسز کی تعمیر کے کام کو سنبھال سکیں۔ اسی طرح الیکٹرونکس کے ماہر انجینئرز کی بھی ضرورت ہوگی جو جماعت کی ضروریات کو پورا کرسکیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے یہ عمومی راہنمائی ہے۔ ہر ملک میں واقفین کی راہنمائی کے لئے قائم کریئر پلاننگ کمیٹیاں جماعت کے عالمی و ملکی تقاضوں اور بچوں کے رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مزید مشورہ دے سکتی ہیں۔

والدین کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ابھی سے سنجیدگی سے سوچنا شروع کریں کہ ان کے بچوں نے کس نہج پر تعلیم حاصل کرنی ہے اور کس رنگ میں اپنی زندگی (دین حق) کی خدمت کے لئے صرف کرنی ہے۔ اس تیاری میں یہ خیال کر کے دیر نہ کریں کہ ابھی بچے چھوٹے ہیں جب بڑے ہوں گے تو دیکھا جائے گا۔ ابھی سے دعاؤں سے کام لیتے ہوئے فیصلہ کریں اور پھر اپنی پوری سعی کے ساتھ اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہوں۔

اللہ کرے تمام والدین جنہوں نے اپنے بچوں کو وقف کیا ہے اس ذمہ داری سے اس رنگ میں عہدہ برآ ہوں کہ ان کے بچے ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تمناؤں اور والدین کی خواہشات کے مطابق نافع وجود بن کر خدمت (دین حق) و خدمت بنی نوع انسان میں اپنی زندگیاں صرف کر رہے ہوں اور خدا تعالیٰ کے پیار کی نظریں ان پر پڑ رہی ہوں۔ آمین

❄❄❄

جسمانی ساخت کے لئے کیور یٹو کورسز

چھوٹا قد کورس DWARFISHNESS COURSE

قد کا چھوٹا ہونا' جسم کی کمزوری اور بونا پن' بچوں اور نوجوانوں کی رُکی ہوئی نشوونما وغیرہ کے لئے بفضل تعالیٰ موثر کورس ہے لڑکے' لڑکیوں کی عمر کے جس حصہ میں بھی قد کے چھوٹے ہونے کا احساس ہو۔ اسی وقت اس کا علاج شروع کر دینا چاہیئے کیونکہ چھوٹی عمر میں یہ علاج زیادہ مفید اور موثر ہوتا ہے۔ تاہم یہ کورس لڑکوں میں 19 سال اور لڑکیوں میں 17 سال کی عمر تک (مختلف افراد میں مختلف حد تک) موثر ہے۔ **100روزہ کورس ۔ قیمت Rs 200/-**

تعمیر بدن کورس BODY BUILDING COURSE

کمئی خون' دبلے پتلے جسم اور پچکے گالوں والے کمزور افراد کی نشوونما اور جسمانی توانائی کیلئے۔ صحت کی بہتری کے لئے علاج کے ساتھ ساتھ اچھی خوراک مثلاً دودھ' پھل اور گوشت وغیرہ کا استعمال اور حفظان صحت کے اصولوں پر عمل مثلاً بروقت سونا اور جلد بیدار ہونا' صبح کی سیر' ہلکی پھلکی ورزش' صحت کا خیال رکھنا اور صفائی و غسل کا اہتمام ضروری ہے۔

ہر عمر کے افراد کے لئے مفید۔ 30روزہ کورس قیمت Rs 190/-

بے بی گروتھ کورس BABY GROWTH COURSE

کمزور بچوں کی ہڈیوں کی نشوونما اور جسمانی توانائی کے لئے۔

بچے قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔ شروع سے ہی ان کی نشوونما صحت اور جسمانی توانائیوں کا خیال رکھنا چاہیئے تاکہ بڑے ہو کر ان میں کوئی جسمانی کمزوری نہ رہے اور بھرپور زندگی گذار سکیں۔

بے بی گروتھ کورس بچوں میں خوراک کی کمی سے رہ جانے والی کمزوریوں کے دور کرتا ہے اور بھوک بڑھاتا ہے' جسم کو سڈول اور صحت مند بناتا ہے۔ **30روزہ کورس قیمت Rs50/-**

ادویات و لٹریچر ہمارے سٹاکسٹ یا براہ راست ہیڈ آفس سے طلب فرمائیں

کیوریٹو میڈیسن کمپنی انٹرنیشنل گولبازار۔ ربوہ

فون:۔ کلینک 771' سیلز 419/211147 ہیڈ آفس 213156

کوڈ (04524) فیکس: 212299(92-4524)

Monthly **KHALID** C. Nagar

Editor:
IsfandYar Muneeb

January 2002
Regd. CPL # 139